رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

شرح چندہ
سرکاری افسران - معززین - تاجر - طلباء - ششماہی
عام [illegible]
انجمنہائے [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۸ء | نمبر ۸

دارالامان کی خبریں

(۱) ۲۷ فروری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت ایام زیر رپورٹ میں نزلہ کھانسی اور پاؤں کی ایک انگلی میں درد نقرس کی تکلیف رہی۔ نسبتاً آرام ہے۔ حضور کی صحت کے لیے بالالتزام دعایئں کرنی چاہئیں۔

(۲) مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی سماعت جو معززین جماعت کے خلاف دائر ہے۔ ۲۵ فروری کو اڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی عدالت میں ہوکر چند گواہان صفائی کی شہادتیں ہوئیں۔ باقی شہادت کے لئے ۸ مارچ مقرر ہوئی ہے۔

درخواست دعا۔ مکرم جناب ملک محمد عمر علی خالد صاحب بی۔ اے نے آئی سی۔ ایس کا امتحان دیا ہے۔ احباب ملک صاحب کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

معذرت۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کا جو خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ فروری ہفتہ زیر اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ وہ پرچہ ہذا میں نقل ہوکر اخبار بمکمل لکھا جا چکا تھا۔ کہ حضور کا دوسرا خطبہ مورخہ ۱۸ فروری بھی اسی ہفتہ میں شائع ہو گیا۔ اس لئے اس اہم خطبہ کو بھی جلدی

سلسلہ کی خبریں

ہائیکورٹ میں ہماری درخواست نگرانی منظور ہوگئی

لاہور ۱۸ فروری۔ میاں عزیز احمد کی اپیل کے فیصلہ میں ہائیکورٹ لاہور نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ایک خطبہ جمعہ کے متعلق جو ریمارکس کئے تھے۔ ان کے حذف کئے جانے کی درخواست دی گئی تھی۔ جسکی ۱۸ فروری کو آنریبل چیف جسٹس اور آنریبل جسٹس عبدالرشید نے سماعت کی۔ آنریبل چیف جسٹس نے فرمایا۔ میں نے خلیفہ صاحب کی اس تقریر کا بغور اور متعدد مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔ میرے ذہن میں ہرگز ہرگز یہ بات نہیں۔ کہ آپ نے جسمانی سزا کی تلقین کی ہے۔ اور نہ اس تقریر سے یہ بات نکل سکتی ہے۔ میرا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ چونکہ بعض نافہم تقریروں کا غلط مفہوم لے لیتے ہیں۔ اس لئے احتیاط کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر میرے ان الفاظ کو خلیفہ صاحب کے خلاف بطور پروپیگنڈا استعمال کیا جا رہا ہو۔ تو میں اسکی تشریح کے لئے تیار ہوں۔ آنریبل ججان نے کہا۔ کہ ہم اس فیصلہ میں اسی بات کی تشریح کر دیں گے۔ کہ اس تقریر سے خلیفہ صاحب کی مراد روحانی سزا ہے۔ جسمانی نہیں۔

قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ کا مطبوعہ مجموعہ

ناظر صاحب اعلیٰ تمام انجمنہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے حسب ذیل اعلان کرتے ہیں۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط کا مجموعہ چھپ کر تیار ہو چکا ہے۔ جو کہ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شہری مقامی جماعت کے کارکنوں کو چاہیئے۔ کہ اس مجموعہ قواعد کو خریدیں۔ پڑھیں۔ اور انجمن کے قواعد وضوابط سے واقفیت حاصل کرکے نظام سلسلہ کو ان کے مطابق مضبوط تر بنانے کی کوشش کریں۔ حسب ضرورت دیہاتی جماعتوں کے عہدیدار بھی خرید سکتے ہیں۔ یہ مجموعہ قواعد جس میں مقامی انجمنوں اور لجنات اماء اللہ کے قواعد بھی شامل ہیں۔ دفتر ناظر اعلےٰ سے ایک روپیہ فی نسخہ کے حساب سے مل سکتا ہے

محصول ڈاک اس کے علاوہ ہے۔ جو کہ ۳/۰ فی نسخہ اندرون ہند میں اور ۴/۰ فی نسخہ بیرون ہند میں ہوگا۔

قبر پر پھول ڈالنا بدعت ہے

ناظر صاحب تعلیم وتربیت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا مندرجہ ذیل فتویٰ احباب کی اطلاع کے لئے شائع کرتے ہیں کہ:۔

ایک صاحب کا جنازہ باہر سے آیا۔ اس کے اعزہ اپنے ساتھ کچھ پھول لائے ہوئے تھے۔ جب قبر کی تیاری کے بعد یہ پھول قبر پر ڈالے گئے۔ تو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ ایسی باتیں بدعت میں داخل ہیں۔ قبرستان کو پھولدار پودوں سے سجانا اور بات ہے۔ مگر قبروں پر پھول ڈالنے سے بدعت کا دروازہ کھلتا ہے۔ احباب اس فتویٰ کو نوٹ فرمالیں۔

یاددہانی۔ گذشتہ ہفتہ کے پرچہ میں اطلاع دی گئی تھی۔ کہ جن خریداروں کا چندہ وصول نہیں ہوا۔ ان کے نام ۲۸ فروری کو وی۔ پی کئے جاویں گے۔ اس کے مطابق آج وی۔ پی کئے گئے ہیں۔ احباب وصول فرمالیں۔ مینیجر

نقل کرنا ضروری سمجھکر کچھ لکھی ہوئی کاپیاں کاٹ دی گیئں۔ اور ہر دو خطبات کو اسی پرچہ میں نکال دیا۔ بدیں وجہ مضامین کی ترتیب بدل کر آگے پیچھے کرنی پڑی۔

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسٹر ایف. سی. دیپ مجسٹریٹ درجہ اول فیروز پور کی عدالت میں ایک ایسا مقدمہ پیش ہے۔ جس کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فوٹو کی تصاویر کے حقیقی اور غیر حقیقی ہونے پر بھی کوئی تیقن نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان میں چالاکی سے کام لیا جا سکتا ہے۔

ایک عورت مسماۃ کلدیپ کور کو اس کے خاوند سے گذارے کا الاؤنس دلوایا گیا۔ کچھ عرصہ تک تو خاوند الاؤنس دیتا رہا۔ لیکن اس کے بعد اس نے عدالت میں ایک ایسا فوٹو پیش کیا۔ جس میں کلدیپ کور کو ایک دوسرے مرد کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ اور اس فوٹو کی بناء پر اس نے عدالت سے درخواست کی کہ چونکہ کلدیپ کور اس کے حق میں وفادار نہیں رہی۔ اس لئے اسے گذارہ کا الاؤنس دینے سے بری قرار دیا جائے۔ کلدیپ کور کے وکیل نے جواب میں کہا۔ کہ یہ فوٹو جعلی ہے۔ اور فوٹو سازی کی ایک چالاکی کا کرشمہ ہے۔ اور اس نے چیلنج کیا۔ کہ اگر دو مختلف آدمیوں کے فوٹو اسے دے دیئے جائیں۔ تو وہ ان کی تصویر بھی اسی حالت میں تیار کرا کر عدالت کے پیش کر سکتا ہے۔ جس حالت میں کلدیپ کور کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ کلدیپ کور کے خاوند نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ اور کلدیپ کور کے وکیل کو دو فوٹو مہیا کر دیئے۔

دوسری پیشی پر عدالت اور تمام حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ کہ ان دو آدمیوں کا فوٹو بھی بالکل اسی حالت میں دکھایا گیا تھا۔ جس حالت میں کلدیپ کور کا فوٹو تھا۔ اور جس فوٹو گرافر نے یہ فوٹو تیار کئے تھے۔ اس نے عدالت میں حاضر ہو کر وہ طریق بھی عدالت کو سمجھایا۔ جس طریق پر اس نے یہ فوٹو تیار کئے تھے۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ چنانچہ مقدمہ اگلی پیشی پر ملتوی کیا گیا۔

لنڈن کے ایک شخص بلاپخ نامی کو اسکی بیوی اور نوجوان لڑکی سمیت اپنے کمرے میں مرا ہوا پایا گیا۔ تلاشی پر اسکی جیب سے ایک رقعہ برآمد ہوا۔ جس پر ذیل کی تحریر لکھی ہوئی تھی "میں دماغی اور جسمانی طور پر بالکل تباہ ہو چکا ہوں۔ میں نے اپنی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اور میری بیوی دونوں اس بات پر متفق ہیں۔ اور جس پر میری نوجوان لڑکی بھی شامل ہے۔ کہ موجودہ حالات میں یہی ایک بہترین راستہ ہمارے لئے رہ گیا ہے"!

آئندہ مارچ کے مہینے میں جاپان کا شاہی خاندان اپنی سلطنت کی ۲۵۹۸ سالہ برسی منائے گا۔ اس خاندان میں بادشاہی ۶۶۰ قبل مسیح سے چلی آتی ہے۔ اور موجودہ شہنشاہ جاپان اپنے خاندان کے ۱۲۴ ویں بادشاہ ہیں۔ شہنشاہ جاپان کی حیثیت جاپان میں نہ صرف بادشاہ کی بلکہ ایک دیوتا بلکہ مظہر خدا کی ہے۔ شہنشاہ جاپان ساری دنیا کے امیر ترین فرد ہیں۔ سارے جاپان میں ان کی ذاتی ملکیت کی زمین چار ملین ایکڑ ہے۔ اس کے علاوہ مکانات کی جائیداد کی قیمت کا اندازہ ساڑھے سات کروڑ پونڈ ہے۔

لکھنؤ۔ ۲۵ فروری۔ سیاسی قیدیوں کی رہائی کے مسئلے پر وزیر اعظم اور گورنر میں جو اختلاف ہو گیا تھا۔ اور جس کی بناء پر وہ مستعفی ہو گئے تھے۔ وہ دور ہو گیا ہے۔ اور کانگرسی وزراء نے اپنے استعفے واپس لے لئے ہیں۔

اس سلسلے میں یو پی کے گورنر اور وزیر اعظم نے مندرجہ ذیل مشترکہ اعلان شائع کیا ہے۔

ہم نے موجودہ صورت حالات اور حال ہی کے واقعات پر اچھی طرح تبادلہ خیالات کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مفاہمت ہو گئی ہے۔ اور آنریبل وزراء نے اپنی اپنی وزارتوں کا چارج لے لیا ہے۔ بعض قیدیوں کے معاملات پر جنہیں سیاسی قیدی سمجھا جاتا ہے۔ انفرادی طور پر تحقیق کی گئی ہے۔ اور عنقریب گورنر اپنے وزراء کے مشورے کے مطابق زیر دفعہ ۴۰۱ ضابطہ فوجداری ایک حکم جاری کرے گا۔ جس کے ذریعے ان کی باقیماندہ مدت قید معاف کر دی جائیگی۔ اور قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ متعلقہ وزیر باقی ماندہ قیدیوں کے انفرادی معاملات کی تحقیق کر رہا ہے۔ اور مستقبل قریب میں ان کے متعلق بھی موزوں حکم جاری کئے جائینگے ہم نے گورنر اور وزراء کے باہمی تعلقات پر بھی طویل گفتگو کی ہے۔ ہم نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے حال ہی کے بیان اور مسٹر گاندھی کے پیش کردہ نظریہ نیز وزراء کے استعفیٰ سے متعلق ہری پور کانگرس کے ریزولیوشن اور گذشتہ موسم گرما میں وائسرائے کی طرف سے شائع شدہ بیان پر بھی اچھی طرح تبادلہ خیالات کیا ہے۔ وزراء کے اختیارات کے غصب ہونے اور ذمہ دار وزراء کے آئینی کاموں میں مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں۔ ہم دونو اس امر کے متمنی ہیں۔ کہ اچھے تعلقات قائم رہیں۔ اور دونوں طرف سے خیر سگالی کا اظہار ہو۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہم ضرور کامیاب ہونگے۔

آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہار میں بھی کانگرسی وزارات استعفے واپس لے کر دوبارہ کام شروع کر دیگی۔

لاہور۔ ۲۵ فروری۔ دو نیلی پوش نوجوانوں نے جو مجلس اتحاد ملت الہ آباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسجد شہید گنج کے بڑے دروازے پر پہنچکر اذان کہی۔ اذان اس قدر بلند تھی۔ جو دور دور تک سنی گئی۔ اذان کی آواز سنکر کئی دیگر مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ پولیس نے نیلی پوشوں کو اندیشہ نقض امن کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ اور تھانہ نولکھا لے جایا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نیلی پوشوں نے گرفتار کنندہ سب انسپکٹر پولیس سے کہا۔ کہ وہ الہ آباد سے مسجد شہید گنج میں نماز پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ اور اس فریضہ کی ادائیگی کو اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ گرفتاری کے بعد دونوں نیلی پوشوں نے نعرے لگائے۔

نئی دہلی۔ ۲۵ فروری۔ عشرہ مختتمہ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۳۸ء میں سرکاری ریلوں کی آمدنی ۲۷۶ لاکھ روپیہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عرصہ میں گذشتہ سال کے اسی عرصہ کی نسبت ۱۵ لاکھ روپیہ کم آمدنی ہوئی ہے۔ یکم اپریل سنہ ۱۹۳۷ء سے ۱۰ فروری سنہ ۱۹۳۸ء تک ۹۱ ۴ء۸۰ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ جو گذشتہ سال کی اسی مدت کی آمدنی کی نسبت ۲۷۰ لاکھ روپیہ زیادہ ہے۔

لاہور۔ ۲۰ فروری۔ ملک برکت علی نے پنجاب اسمبلی میں دو مسودہ قانون پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ ایک کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو عمارت ایک مرتبہ مسجد قرار دی جا چکی ہے۔ وہ ہمیشہ مسجد قرار دی جائے۔ اس قرارداد کا اثر ان فیصلوں پر پڑے گا۔ جو اس قانون کے پاس ہو جانے سے پہلے ہو چکے ہیں۔ دوسری قرارداد کا منشا یہ ہے۔ کہ حکومت شہید گنج کو اپنے قبضہ میں کرلے۔

لنڈن۔ ۲۰ فروری۔ افواہ ہے۔ کہ وزیر اعظم انگلستان اور وزیر خارجہ مسٹر ایڈن کے درمیان بعض سیاسی سوالات پر شدید اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور ممکن ہے

آسام میں ایک قلی لڑکی کا قتل

ہندوستان کی حکمران قوم کے افراد اور عام ہندوستانی رعایا کے درمیان رنگ اور نسل کی ناجائز تمیز کا احساس ہندوستانیوں کے دل میں کبھی اتنے شدید جذبات پیدا نہیں کرتا۔ جتنے ایسے موقعہ پر جب کسی یورپین کو جائز اور واجب قانونی احتساب سے بچ نکلنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لحاظ سے آسام کے باغات چائے کے اسسٹنٹ منیجر مسٹر جے. ڈی. ینگ کے متعلق ایڈیشنل سشن جج کا فیصلہ رنج اور غم کے گہرے جذبات کے ساتھ سنا جائیگا۔ مسٹر ینگ پر اس الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ کہ اس نے دس دسمبر کی رات کو اپنے بنگلے میں ایک قلی لڑکی کو جان سے مار دیا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق بیان کیا گیا۔ کہ

"اس لڑکی کا جسم زخموں سے پُر تھا۔ اور یہ کہ اسے نہایت سخت مارا گیا ہے"۔

ملزم کے مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سشن جج نے بذریعہ جیوری کی جیوری کے تمام ممبروں نے متفقہ طور پر ملزم کو مجرم قرار دیا۔ سشن جج نے جیوری کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسے تین سال قید بامشقت کی سزا دی۔ ایک سفید فام یورپین کو ایک "سیاہ فام حقیر قلی لڑکی" کو جان سے مار ڈالنے کے الزام میں تین سال قید بامشقت کی سزا ہندوستان کی حکمران قوم کے افراد کی نظر میں کتنی ہی شدید کیوں نہ قرار دی جائے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ سزا ہندوستانی رعایا کے ایک فرد کو ہلاک کر دینے کی پوری سزا قرار نہیں دی جا سکتی۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جب جج اور جیوری نے متفقہ طور پر ایک ملزم کو قتل کا مجرم سمجھا۔ تو پھر اس کے لئے صرف تین سال قید بامشقت کی سزا کیوں کافی سمجھ لی گئی۔

لنڈن ۲۰ فروری۔ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان تجارتی معاملات کے متعلق گفت و شنید تسلی بخش طریق پر جاری ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کامرس ممبر مارچ کے پہلے ہفتہ میں ہندوستان واپس تشریف لے آئیں گے۔ معاہدے کی مزید شقوں پر ہندوستان میں گفت و شنید ہو گی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۸ء | نمبر ۸

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء

قومی اتحاد اور تبلیغ اسلام

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے عید کے خطبہ میں بیان کیا تھا۔ کہ عید اگر جمعہ کے دن ہو۔ تو اگرچہ نماز ظہر ادا کرنی بھی جائز ہے۔ مگر میں جمعہ ہی پڑھوں گا۔ جمعہ کا اجتماع بھی درحقیقت ایک عید ہی ہے۔ اور اس میں دو سبق دیئے گئے ہیں۔ ایک تو

قومی اتحاد

کی طرف اس میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اور دوسرے تبلیغ کی طرف۔ خطبہ کے لئے جمعہ کی نماز میں ظہر کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے دو رکعت کی کمی کردی ہے۔ اور اس طرح

تبلیغ کی اہمیت

بتادی ہے۔ اور جمعہ کے اجتماع میں قومی اتحاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ دراصل حق کے مخالفین ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ صداقت کے ماننے والوں میں انتشار اور تفرقہ پیدا کردیں۔ اور اس طرح انہیں بددل کرکے جماعت کی طاقت کو توڑ دیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے

جمعہ کے روز اجتماع کا حکم

دے کر اتحاد کی اہمیت واضح کی ہے۔ جماعت احمدیہ کے مخالفین بھی ہمیشہ یہ کوشش کرتے آئے ہیں۔ کہ جماعت میں تفرقہ پیدا کرکے اسے کمزور کریں اور اس کے لئے وہ

کئی قسم کی افواہیں

پھیلاتے رہتے ہیں۔ جب مستریوں نے فتنہ اٹھایا تو وہ یہی کہتے تھے۔ کہ جماعت کے تمام بڑے بڑے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور بہت جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔ مگر اس پر قریباً دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اور کوئی بھی ظاہر نہیں ہؤا۔ ان سے بھی پہلے

بہائیوں کا فتنہ

تھا۔ ان کی طرف سے بھی یہی آواز بلند کی جاتی تھی۔ کہ تمام بڑے بڑے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دوست حکیم ابوطاہر صاحب نے جو تھوڑا ہی عرصہ ہؤا۔ فوت ہوگئے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کلکتہ کے امیر تھے۔ اور اس زمانہ میں یہاں آئے ہوئے تھے۔ سخت گھبراہٹ میں مجھے ایک خط لکھا۔ کہ خدا کے واسطے ان لوگوں کے اخراج از جماعت کا اعلان نہ کریں۔ میں نے بہت ہی معتبر ذریعہ سے سنا ہے۔ (یہ معتبر ذریعہ وہ خود بہائی خیالات کے دو تین آدمی ہی تھے۔ جنہوں نے ان سے مل کر کہا۔ اور انہوں نے بوجہ ناواقفی کے انہیں معتبر سمجھا) کہ جماعت کے کئی بڑے بڑے لوگ ان کے ساتھ ہی جماعت سے اخراج کا اعلان کرنے کو تیار ہیں۔ بلکہ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہؤا ہے۔ کہ

حافظ روشن علی صاحب

بھی اسی وقت کہیں گے۔ کہ میں بھی بہائی ہوں۔ اور ان ہی کے ساتھ جاتا ہوں۔ میں نے ان کو جواب میں لکھا۔ کہ حق کے معاملہ میں کسی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر ساری جماعت کے لوگ بھی کہہ دیں۔ کہ ہم جاتے ہیں۔ تو میں کہوں گا۔ کہ بے شک جاؤ۔ میرا اور آپ کا تعلق محبت کا ہی تعلق تھا۔ اور اگر وہ قائم نہیں رہا۔ تو جاؤ۔ مگر ان کی یہ سب باتیں بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ میں نے حافظ صاحب مرحوم سے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ مگر انہوں نے بڑے زور سے ان لوگوں کو خارج کرنے کی حمایت کی۔ اور بعد میں بھی بڑی مضبوطی کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس فتنہ سے پہلے

پیغامی فتنہ

شروع ہؤا تھا۔ اس میں بھی بعینہٖ یہی قصہ گزرا تھا۔ یہ لوگ بھی جب الگ ہوئے۔ تو یہی کہتے تھے۔ کہ سب جماعت ہمارے ساتھ ہے۔ اور بیعت کرنے والے تو چند ایک تنخواہ دار ملازم ہی ہیں۔ یا قادیان کے دستِ نگر لوگ۔ اور ایسی باتوں سے ان کی غرض بھی یہی تھی۔ کہ جماعت میں تفرقہ ڈال دیں۔ اور جب یہ لوگ اس قسم کا پروپاگنڈا کررہے تھے۔ ان کی اصلی حالت یہ تھی۔ کہ ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم نے جو پہلے ان کے ساتھ تھے۔ مگر بعد میں بیعت کرلی تھی۔ سنایا۔ کہ میں اور مولوی صدرالدین صاحب اور ایک تیسرا شخص لالٹین لے کر تمام رات پھرتے رہے۔ کہ اگر چالیس آدمی ہمیں میسر آجائیں۔ تو ایک اور خلیفہ بنادیں۔ تا جماعت میں تفرقہ تو پیدا ہوجائے۔ مگر ہم دس بارہ سے زیادہ آدمیوں کو اس کے لئے آمادہ نہ کرسکے۔ بلکہ ہمارے اپنے آدمیوں نے بھی یہی کہا۔ کہ یہ کیا پاکھنڈ بنایا جارہا ہے۔ اب

مصری صاحب کا فتنہ

ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جماعت کے بہت سے لوگ تو دہریہ ہوگئے ہیں۔ اور جو دہریت سے بچ گئے ہیں۔ ان میں سے کئی بڑے بڑے لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ گویا جماعت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ کچھ حصہ تو دہریہ ہوگیا ہے۔ باقیوں میں سے مخلص اور سمجھدار طبقہ مصری صاحب کے ساتھ ہے۔ اور نیچے کھچے بیوقوف یا کچھ اہل غرض عقلمند یا ناواقف لوگ میرے ساتھ ہیں۔ اور ایسی باتوں سے ان کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ تا ہر شخص یہی سمجھے۔ کہ جماعت اندر سے کھوکھلی ہوچکی ہے۔ اسی طرح

احرار کا فتنہ

اٹھا۔ تو روز اس قسم کی اطلاعات آتی تھیں۔ کہ ہشیار رہیئے۔ آج اطلاع ملی ہے۔ کہ احرار نے میاں بشیر احمدؐ صاحب کو قابو کرلیا ہے۔ آج خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب نے مولوی عنایت اللہ کو خط لکھا ہے۔ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ آج چودھری فتح محمدؐ صاحب نے احرار کو پیغام بھیجا ہے۔ کہ مَیں بھی خلیفہ سے بیزار اور تمہارے ساتھ ہوں۔ اسی طرح اب مصری صاحب کہہ رہے ہیں۔ کہ فلاں شخص بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اور فلاں بھی۔ اور اس سے ان کی غرض صرف یہ ہے۔ کہ جماعت کے اندر فتنہ پیدا کیا جائے۔ اور تفرقہ ڈالا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

شیطان اور اس کے دوست

مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ڈراتے ہیں۔ کہ تمہاری طاقت ٹوٹ رہی ہے۔ اور تم کمزور ہورہے ہو۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے یہ سبق دیا ہے۔ کہ اگر تم دشمن پر فتح پانا چاہتے ہو۔ تو اکٹھے ہوجاؤ اور ڈرو نہیں۔ دشمن اگر زبردست ہے۔ تو کیا۔ ہم نے تو اس کا مقابلہ نہیں کرنا۔ مقابلہ کرنے والا تو اللہ تعالےٰ ہے۔ جماعت احمدیہ کا سہارا بندے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ہے۔ اور اگر اس کے گرنے کا خطرہ ہے۔ تو خدا تعالےٰ کو ڈرنا چاہیئے۔ جس کی یہ جماعت ہے۔ ہماری تو ہے نہیں۔ کہ ہم ڈریں۔ بندے کا کیا ہے۔ وہ تو کپڑے جھاڑ کر پھر کھڑا ہوجائیگا۔

انسان کا فرض

صرف یہ ہے۔ کہ وہ دیانت داری کے ساتھ کوشش کرے۔ اس کے بعد اگر دشمن زبردست ہے۔ اور اس وجہ سے جماعت کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ تو اس کا ذمہ وار اللہ تعالےٰ ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے مقابل پر بندوں کو کوئی کامیابی ہوسکے۔ انسان کی مثال اللہ تعالےٰ کے مقابل پر ایسی بھی نہیں جیسی بیل کے مقابلہ پر مچھر کی۔ کہتے ہیں۔ کسی بیل کے سر پر مچھر آکر بیٹھ گیا۔ بیل کو تو اس کا پتہ تک نہ لگا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد مچھر کہنے لگا۔ کہ بھائی بیل تم بھی جانور ہو۔ اور میں بھی جانور ہوں۔ اس لئے تم سے ہمدردی رکھتا ہوں۔ اگر تم تھک گئے ہو۔ تو مجھے بلا تکلف بتا دینا۔ تا میں اڑ جاؤں۔ بیل نے جواب دیا۔ کہ بھائی مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ تم بیٹھے کب تھے۔ اس سے بھی بدتر حال اس بندے کا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے مقابلہ پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ وہ مچھر کی طرح بھنبھناتا اور اس کے بندوں کو ڈنگ مارتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ میں نے میدان مار لیا۔ اور شروع میں بعض کمزور لوگ کچھ گھبراتے بھی ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ خبر نہیں۔ اب کیا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہوتا کچھ بھی نہیں۔ چند دن کا ایک شغل ہوتا ہے جس کے بعد اللہ تعالےٰ خود ہی اس زہر کا تریاق پیدا کردیتا ہے۔ اور لوگوں کی طبائع میں سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جب شیخ مصری صاحب الگ ہوئے۔ تو بعض بڑے بڑے سمجھدار لوگ کہتے تھے۔ کہ اب کیا ہوگا۔ اور معلوم نہیں کتنے لوگ ان کے ساتھ جائیں گے۔ لیکن اب سوائے چند اشخاص کے جو پہلے سے ہی دل میں ان سے ہمدردی رکھتے چلے آئے ہیں۔ کوئی نئی جماعت ان کے ہاتھ پر نہیں بنی۔ اور اب تو بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اس فتنہ کی طرف اس قدر توجہ کی ضرورت نہ تھی۔ یہ تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ پس

صداقت کے مقابلہ میں جھوٹ

ٹھہر نہیں سکتا۔ اور غلبہ ہمیشہ حق کو ہی حاصل ہوتا ہے ہم غیر احمدیوں۔ ہندوؤں۔ اور سکھوں میں سے کتنے آدمی جیت کر لائے ہیں۔ اگر پانچ سات ہم میں سے الگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوگئے۔ تو یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جو دوستوں کے لئے کسی افسردگی کا موجب ہو۔

فتح بہرحال احمدیت کی ہو گی

میں نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ مدرسہ احمدیہ والی گلی میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کبڈی کا میچ ہو رہا ہے۔ غیر احمدیوں کے سردار مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ میری عمر اس وقت گیارہ بارہ سال کی تھی۔ اور میں نے مولوی محمد حسین صاحب کو دیکھا ہوا نہیں تھا۔ اور جب بعد میں دیکھا تو ان کی جسمانی وضع بالکل ویسی ہی پائی۔ جیسی خواب میں دیکھی تھی۔ سفید انگرکھا پہنا ہوا تھا۔ اور پگڑی تھی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک طرف پانچ سات احمدی ہیں۔ اور دوسری طرف سینکڑوں غیر احمدی ہیں۔ مگر ان کی طرف سے جو کبڈی کہتا ہوا ادھر آتا ہے۔ احمدی اسے پکڑ کر بٹھا لیتے ہیں۔ کبڈی وہ ہے۔ جسے پنجابی میں جھبل کہتے ہیں۔ پس جو غیر احمدی احمدیوں کی طرف آتا ہے۔ احمدی اسے پکڑ لیتے ہیں۔ اور جب اس کا دم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسے ایک طرف بٹھا دیتے ہیں۔ گویا انہوں نے اس شخص کو جیت لیا ہے۔ کبڈی کی کھیل کی اصطلاح میں اسے مرجانا کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ میں نے دیکھا۔ مقابل کے سب آدمی ہی احمدیوں نے جیت لئے۔ صرف مولوی محمد حسین صاحب رہ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ سب لوگ ادھر چلے گئے ہیں۔ تو انہوں نے دیوار کی طرف منہ کر کے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ اور حدِ فاصل کی لکیر کے پاس آکر آہستہ سے قدم اس طرف رکھ دیا۔ اور کہا۔ کہ اچھا جب سارے آگئے ہیں تو میں بھی آجاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

مولوی محمد حسین صاحب کے رجوع کرنے کے متعلق

جو لکھا ہے۔ اس کے مطابق مولوی صاحب نے آخر عمر میں اپنے رویہ میں تبدیلی کر لی تھی۔ اپنے لڑکے بھی یہاں تعلیم کے لئے بھیج دیئے تھے مجھے بھی بٹالہ میں ایک دفعہ ملنے آئے تھے۔ اگرچہ ندامت کی وجہ سے اس کمرے میں سے صرف گزر گئے۔ اور مجھ سے کلام نہیں کیا۔ لیکن آئے اسی غرض کے لئے تھے۔ کہ مجھے ملیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تحریر فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ آخر میں مولوی صاحب جیسے کفرباز مولوی بھی توبہ کرلیں گے۔ کیونکہ ائمہ سے مراد بعض دفعہ ان کے اتباع بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ان کے مثیل لوگ بھی ہوتے ہیں۔ پس میری خواب کی تعبیر یہ ہو سکتی ہے۔ کہ

جس وقت غیر احمدی بکثرت جماعت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس وقت یہ مولوی لوگ بھی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے آئیں گے۔ کہ ہم علماء تو پہلے ہی صداقت کو جانتے تھے۔ ہم تو اس لئے مخالفت کر رہے تھے۔ کہ تا لوگوں میں کچھ بیداری پیدا ہو۔

تو میں نے بتایا ہے۔ کہ جمعہ کی غرض اتحاد کا قیام ہے۔ بعض نادان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ سیاسی اتحاد صرف ان اقوام کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جن کے ہاتھ میں حکومت ہو۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ روحانی جماعتوں میں تو یہ زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ دوسری چیز جس میں جمعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ تبلیغ ہے۔ اگر ہماری جماعت تبلیغ میں لگی رہے۔ تو چند سالوں میں جماعت میں نمایاں ترقی ہو سکتی ہے۔ پھر اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ افرادِ جماعت کے لئے علمی ترقی کا موقعہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ قادیان کے لوگ چونکہ اکٹھے رہتے ہیں۔ اور مخالفانہ اعتراضات سننے کا موقعہ ان کو نہیں ملتا۔ اس لئے ان میں سے ایک طبقہ ایسا ہے۔ کہ علمی لحاظ سے وہ بالکل کورے ہیں۔ اور ان میں سے اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو وہ عام مسائل بھی معلوم نہیں۔ جو باہر کے زمیندار جانتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اپنی ملازمتوں یا تجارتوں میں ہی لگے رہتے ہیں۔ اور چونکہ جمعہ کے روز خطبہ ہو جاتا ہے۔ اور علماء موجود ہیں۔ جو تبلیغ کے لئے باہر جاتے اور یہاں بھی لیکچر دیتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری طرف سے جب لڑنے والے موجود ہیں۔ تو ہم کو کیا ضرورت ہے؟ کہ مسائل سیکھیں۔ حالانکہ

دین کی لڑائی میں

کوئی کسی کی جگہ نہیں لڑ سکتا۔ دنیا کی لڑائی میں تو تنخواہ دار ملازم آقا کی جگہ لڑ سکتے ہیں۔ مگر دین کے معاملہ میں نہیں۔ دین میں ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تبلیغ کرے۔ ورنہ وہ علم سے بھی کورا رہے گا۔ اور وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے۔ وہ اگلے جہان میں بھی اندھا رہے گا۔ اگر کوئی شخص

نورِ اسلام اور علمِ دین سے واقف

نہیں۔ تو وہ قیامت کے روز اندھا ہوگا۔ یاد رکھو کہ علم سے ہی نور پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کو نور فرمایا ہے۔ جس میں بیّنات من الھدیٰ اور فرقان ہے۔ اور جسے نورِ ہدایت معلوم نہیں۔ اسلام کے غلبہ کے دلائل کا علم نہیں۔ اسے خدا تعالےٰ سے محبت کیسے

پیدا ہو سکتی ہے۔ اور جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت نہ ہو۔ وہ اسے مل کیسے سکتا ہے۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ کہ جو شخص تبلیغ کے لئے باہر نکلے گا۔ اسے علمی مسائل کے متعلق کرید پیدا ہوگی اور علم دین کی طرف وہ زیادہ توجہ کرے گا۔ جو شخص جس پیشہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزوں کی طرف وہ زیادہ توجہ کرتا ہے کوئی ترکھان اگر کسی جگہ سے گزر رہا ہو۔ اور کوئی گیلی پڑی ہوئی ہو۔ تو اسکی نظر فوراً اسکی طرف جائیگی کسی لوہار کو رستہ میں گھوڑے کا کوئی سم ہی گرا ہُوا ملے۔ تو وہ اسے اٹھا کر رکھ لے گا۔ لیکن دوسرے لوگ گزریں۔ تو ان کا خیال بھی اس طرف نہیں جائیگا۔ شہری لوگ کھیتوں میں سے گزر جائیں۔ تو کچھ خیال نہ کریں گے۔ لیکن ایک زمیندار گزرے۔ تو وہ یہ سوچتا جائیگا۔ کہ اس کھیت میں سے اتنے من گندم نکلے گی۔ اور اس میں سے اتنے من۔ کیونکہ یہ اس کا کام ہے۔ اور اسکی طرف اسکی توجہ ہے۔ اسی طرح جب انسان تبلیغ کرنے لگے۔ تو قدرتی طور پر اسکی توجہ تعلیم دین کی طرف ہوگی۔ کوئی اعتراض کرے یا نہ کرے۔ وہ خود بخود سوچے گا۔ اور اس طرح اس کا اپنا نور معرفت بڑھتا رہے گا۔ اور پھر اس طرح خدا تعالےٰ سے اسکی محبت ترقی کرے گی۔

پس جمعہ میں دوسرا سبق یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ

تبلیغ کرو

اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ انسان کا اپنا علم بڑھتا ہے۔ بیسیوں مسائل ایسے ہیں۔ کہ جو ہم مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ مگر باوجود یاد ہونے کے ان کو اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے۔ مگر جب بعد میں پڑھانے کا موقعہ ملا۔ اور بچوں نے یا دوسرے لوگوں نے ان کے متعلق سوالات کرنے شروع کئے۔ تو ان کی سمجھ آئی۔ تو علم صرف پڑھنے سے نہیں۔ بلکہ دوسروں کو پڑھانے اور سمجھانے سے آتا ہے۔

باہر کی جماعتوں کے لئے

بھی یہ بات ضروری ہے۔ مگر قادیان کے دوستوں کو بالخصوص اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہاں کے لوگوں میں علمی کمی بہت زیادہ ہے۔ جس طرح باہر کا کوئی احمدی زمیندار کود کود کر مولوی کے پاس جاتا اور کہتا ہے۔ کہ آپ کہتے کیا ہیں؟ میرے ساتھ بات کریں۔ یہاں کے لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہاں کے کئی لوگ خلافت وغیرہ کے متعلق بعض مسائل دریافت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن باہر سے کبھی کسی نے ایسی باتیں نہیں پوچھیں۔ کیونکہ یہاں نہ ان کو اعتراضات سننے کا موقعہ ملتا ہے۔ اور نہ ان کے جواب معلوم کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا علم نہیں بڑھتا۔

خدا کی قدرت ہے۔ ہم قادیان والوں کے حصہ میں

غیر احمدی مولوی بھی وہی آئے ہیں۔ جو لٹھ مار ہیں۔ اور دلائل وغیرہ کوئی نہیں دیتے۔ صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ احمدیوں کو مارو اور کوٹو۔ اور ہماری جماعت سے علمی بحث نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے علمی ترقی جماعت کی نہیں ہوتی۔ پس میں

قادیان کے دوستوں کو خصوصیت سے نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ جمعہ سے سبق حاصل کریں۔ اور تبلیغ کے لئے نکلیں۔ اور ایسے لوگوں کو تبلیغ کریں۔ کہ ان کا اپنا علم بھی بڑھے۔ اور ان کے اندر علم سے عرفان اور پھر عرفان سے نور پیدا ہو۔ تبلیغ بجائے خود ایک تعلیمی مدرسہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کو خود توجہ نہیں ہوتی۔ مگر جب کوئی اعتراض کرتا ہے۔ تو پھر اسے توجہ پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز

ایک بڑے بزرگ

گزرے ہیں۔ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ بلکہ ظاہری شریعت پر عمل کرنے میں وہ بعض کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی بہت زیادہ متشدد تھے۔ ان سے پہلے بادشاہوں میں سے ایک ولید بن عبدالملک تھا۔ اسکی تعلیم بہت خراب تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس سے کہا کرتے تھے۔ کہ آپ کچھ صرف نحو پڑھ لیں۔ کیونکہ آپ کی بات بعض اوقات غلط ہو جاتی ہے۔ مگر وہ پروا نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے دربار میں ایک اعرابی آیا۔ اور شکایت کی۔ کہ مجھ پر بہت ظلم ہُوا ہے۔ میرا ایک داماد میرا حق مارتا ہے۔ میرا انصاف کریں۔

عربی زبان میں لفظ ختن

داماد اور خسر اور سالے وغیرہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی وہ رشتے جو بیوی یا لڑکی کی طرف سے ہوں۔ ولید نے اس سے پوچھا۔ کہ مَنْ خَتَنَكَ۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے نام معلوم نہیں۔ قبیلہ کے کسی آدمی نے ایسا کیا ہے۔ جسے میں جانتا نہیں۔ ولید نے کہا۔ کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ کہتا ہے میرا انصاف کریں۔ اور جب میں پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارا داماد کون ہے۔ تو کہتا ہے۔ نام معلوم نہیں۔ ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اس اعرابی سے کہا۔ کہ امیر المؤمنین کہتے ہیں۔ کہ مَن خَتَنُكَ تو اس نے فوراً جواب دیا۔ کہ وہ باہر دروازہ پر کھڑا ہے۔ اس پر ولید نے کہا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ میں نے بھی اس سے یہی سوال کیا تھا۔ مگر اس نے کہا۔ پتہ نہیں۔ اور آپ نے بھی یہی کہا۔ مگر اس نے کہا۔ کہ وہ باہر کھڑا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ کہ یہ وہی بات ہے۔ جو میں آپ سے روز کہتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا۔ مَن خَتَنَكَ۔ اور زبر کے ساتھ یہ فعل بن جاتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں۔ کہ تمہارا ختنہ کس نے کیا تھا۔ اور اس کا جواب اس نے یہ دیا

کہ قبیلہ کا کوئی آدمی ہوگا جس نے میرا ختنہ کیا تھا۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔ اور میں نے ختنڈ پیش سے کہا۔ جو اسم ہے۔ اور اس کے معنے ہیں۔ کہ تیرا داماد کون ہے۔ تو اس نے صحیح جواب دیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے ولید کو توجہ ہوگئی اور اس نے کہا۔ میں جب تک علم نہ سیکھ لوں۔ نماز کے لئے دوسرا امام مقرر کروں گا۔ خود نہیں پڑھاؤں گا۔ تو دوسرے کی طرف سے جب اعتراض پیدا ہو۔ تو انسان کو اپنی غلطیوں کی اصلاح کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ حضرت عمر پہلے اسے کہتے رہتے تھے۔ مگر توجہ نہ ہوتی تھی۔ جب غیر سے بات ہوئی۔ اور اپنی کمزوری معلوم ہوئی۔ اور شرمندگی اٹھانی پڑی۔ تو اسکو توجہ ہوئی۔

بیسیوں علوم ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا بحث مباحثہ کے بعد پتہ لگتا ہے۔ اس لئے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ تبلیغ کے لئے باہر نکلیں۔ تا ان کا اپنا علم بھی ترقی کرے۔ اور جماعت بھی بڑھے۔ اللہ تعالےٰ ہماری سستیوں کو دور کر کے ہم میں فرض شناسی کا مادہ پیدا کرے۔ (الفضل)

بنکوں کا سود اشاعت اسلام میں خرچ کرو

ناظر صاحب بیت المال بحوالہ فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنکوں کے سود کے متعلق احباب کو حسب ذیل اعلان کے ذریعہ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ

چونکہ بعض دوست اپنا روپیہ ڈاکخانہ کے سیونگ بینک یا دیگر بنکوں میں جمع کرواتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کرنے کے عوض سود لینا پڑتا ہے۔ اس لئے اطلاعِ عام کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فتوے کے مطابق ایسے سود کو اپنی ذات پر خرچ کرنا یا اپنے ہمسائیوں یا مساکین کو دینا حرام ہے۔ البتہ ایسا روپیہ اشاعت اسلام کی مد میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ فتویٰ حضرت مسیح موعودؑ صہ ۱۸۶ تا صہ ۱۹۰)۔

مگر دیکھا گیا ہے۔ کہ اس مد (اشاعت اسلام) کی آمد میں گذشتہ کئی سالوں سے باوجود جماعت کی مسلسل ترقی کے متواتر کمی ہو رہی ہے۔ اس سے یا تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ احباب میں اشاعت اسلام کا جذبہ کم ہو رہا ہے۔ (جس کو درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا) یا یہ کہ احباب سود کی رقم کو بجائے مرکز میں اشاعت اسلام کی مد میں داخل کرنے کے دوسری جگہ خرچ کر لیتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کے صریح خلاف ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ ان تمام احباب کو جنہیں اس قسم کا سود ملتا ہو۔ اس روپے کو اشاعت اسلام پر خرچ کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں ارسال کرنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ فروری ۳۸ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کارکنوں کیلئے معین معاوضہ مقرر کرنا انبیاء کی جماعتوں کا طریق نہیں بلکہ مغرب کی تقلید ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ہر ایک کام کے لئے کوئی طریق مقرر ہوتا ہے جس طریق پر چلنے سے اسمیں کامیابی حاصل کی جاتی ہے۔ اور جب تک اس طریق کو استعمال نہ کیا جائے۔ اپنی کامیابی کی امید رکھنا محض جہالت اور بے وقوفی ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص الٰہی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مجرم بنا لیتا ہے۔ اور مجرم کا یہ امید رکھنا کہ اس کے اس جرم میں خدائی تائید حاصل ہوگی۔ نہ صرف کم عقلی۔ اور حماقت کی بات ہے بلکہ گستاخی کی بات بھی ہے۔ دنیا میں جب

قوموں کے اخلاق

گر جاتے ہیں۔ اور وہ دین اور روحانیت سے بالکل کوری ہو جاتی ہیں۔ تب ان میں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو خدا اور اسکی شریعت کو اپنے جرائم کی تائید میں استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً اب مسلمانوں میں ان کی تباہی اور تنزل کے وقت میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو مثلاً چوریوں کے لئے اپنے

بزرگوں اور پیروں

کے پاس تعویذ لینے جاتے ہیں۔ اور ایسے پیر کہلانے والے موجود ہیں۔ جو نہایت شوق سے چند آنے یا چند روپے لے کر ایسے تعویذ لکھ کر دے دیتے ہیں۔ جن کی غرض یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ ان کی مدد سے چور پکڑا نہ جائیگا۔ اور وہ اپنی چوری کے فعل میں کامیاب ہو جائیگا۔ گویا وہ اللہ تعالےٰ کو نعوذ باللہ چوروں کا سردار قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اپنے ناجائز تعلقات کے لئے عاملوں اور پیروں کے پاس تعویذ لینے جاتے ہیں۔ اور ایسے

پیر اور عامل

کہلانے والے موجود ہیں۔ جو باوجود اپنی بدعملی کے عامل کہلاتے اور کچھ روپے لے کر ایسے تعویذ لکھ کر دیدیتے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں کہا جاتا ہے۔ کہ کسی شریف کی بہو بیٹی اس بدمعاش کے قابو میں آجائیگی۔ گویا وہ دلالی کا ذلیل ترین پیشہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ یہ

قومی تباہی کی ایک علامت

ہے۔ لیکن کوئی ترقی یافتہ اور سمجھدار قوم جو ترقی کے راستہ پر قدم مارنے والی ہو۔ اس قسم کی بے وقوفیاں اور حماقتیں نہیں کریگی۔ مسلمانوں کی طرح ہندوؤں میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور ایک قلیل حد تک عیسائیوں میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور یوں تو ہر قوم میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں۔ جو دوسری قوموں کے بزرگوں اور عاملوں یعنی بزرگ اور عامل کہلانے والوں کے پاس جاتے اور ان سے ایسے تعویذ اور ایسی تحریریں لکھواتے ہیں۔ جن سے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے ناجائز مطالب پورے ہو جائیں گے۔ ان خیالات سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ واقعہ میں ایسے تعویذوں میں کوئی اثر ہے۔ بلکہ یہ خیالات اس طریق کی برائی کو اور بھی واضح کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کے جرائم دنیا میں نہ ہوتے۔ تو شائد کسی کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا۔ کہ کیونکر کوئی شخص غلط طریق پر چلتے ہوئے یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مگر ان مثالوں سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ غلط طریق پر چلتے ہوئے سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ بلکہ ان مثالوں سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ

شرمناک جرائم کا ارتکاب

کرتے ہوئے یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ خدا ان کی مدد کریگا۔ اور وہ ڈاکہ یا چوری یا کسی ناجائز تعلق میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن مومن ایسا کبھی خیال نہیں کر سکتا۔ ہمیں قرآن کریم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہر وہ انسان جو اپنے جرائم کی وجہ سے خدا تعالےٰ کو ناراض نہیں کر دیتا

اللہ تعالےٰ کا پیارا

اور اسکی محبت کا نقطہ ہوتا ہے۔ مجرم بیشک اللہ تعالےٰ کو ناراض کر دیتا ہے۔ اور الٰہی تائید کو اپنے اوپر نازل ہونے سے ایک حد تک روک بھی دیتا ہے۔ مگر جو مجرم نہیں۔ خواہ وہ سچے دین میں شامل ہو یا نہ ہو۔ وہ حقیقی مذہب کو ماننے والا ہو یا نہ ہو۔ محض

شرافتِ نفس کی وجہ سے

خدائی فضل کو ایک حد تک جذب کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ سچے دین کو ماننے والا اللہ تعالےٰ کی زائد برکات اور اس کے زائد انعام حاصل کر لیتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہ شخص جو اخلاص سے

اللہ تعالےٰ سے محبت

کرتا ہے۔ مگر سچائی ابھی اس تک نہیں پہنچی۔ یا پہنچ تو گئی ہے۔ مگر ابھی وہ اسکو پورے طور پر سمجھ نہیں سکا۔ ایسا انسان خدا تعالےٰ کے فضلوں سے محروم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے رنگ میں خدا تعالےٰ سے محبت کر رہا ہوتا ہے۔ اور اس سے تعلق جوڑنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ بے شک وہ ان فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ جو خدائی قرب سے ایک انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں ہوگا۔ کہ خدا تعالیٰ اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ اور اسکی تباہی کے احکام نازل کرے۔

ایسے ہی واقعہ کی مثال میں نے کئی دفعہ سنائی ہے۔ کہ مثنوی رومی والوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ کسی جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ کہ انہوں نے دیکھا۔ ایک گڈریا بیٹھا ہے۔ اور عالم بے خودی میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہہ رہا ہے۔ کہ اے اللہ اگر تو مجھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مل جائے۔ تو مَیں تیرے پیروں میں سے کانٹے نکالا کروں۔ تیری گدڑی میں پیوند لگاؤں۔ تیری جُوئیں نکالوں۔ تجھے مل مل کر نہلاؤں۔ تو تھک کر سو جائے۔ تو مَیں تیرے پیر دباؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی یہ باتیں سُنیں تو انہوں نے اپنا عصا اٹھایا۔ اور اسے زور سے مار کر کہا۔ بے حیا تجھے شرم نہیں آتی۔ تو خدا کی ہتک کر رہا ہے۔ وہ ڈر کے مارے بھاگا۔ اس پر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الہام

ہوا۔ کہ اے موسیٰ تو نے اپنے اس فعل سے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یہ بندہ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ یہ کسی بغض اور دشمنی کی وجہ سے تو نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ ہمارا ایک نادان بندہ تھا جس تک وہ علم نہیں پہنچا۔ جو تجھ تک پہنچا ہے۔ مگر اس کے دل میں محبت تھی۔ اور وہ اپنے رنگ میں ہم سے اپنی محبت اور عشق کا اظہار کر رہا تھا۔ تمہارا کیا حق تھا۔ کہ تم اسے سرزنش کرتے۔ تمہارا زیادہ سے زیادہ یہ کام تھا۔ کہ تم اسے سمجھاتے۔ مگر مارنا اور غصے ہونا یہ تمہارا کام نہیں تھا۔ اس کہانی میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ شخص جس کے تعلقات خدا تعالےٰ سے محبت پر مبنی ہوں۔ چاہے وہ غلط رنگ میں ہی اس سے محبت کا اظہار کر رہا ہو۔ وہ اسکی ناراضگی کا مورد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اپنے رنگ میں

ایک نیک کام

کر رہا ہوتا ہے۔ اور اسکی وہی ادا خدا تعالےٰ کو پیاری معلوم ہوتی ہے۔ پس ایسا شخص اگر کوئی اور جرائم نہیں کر رہا۔ تو یقیناً وہ اللہ تعالےٰ کا فضل جذب کرے گا۔ اور آخر ایک دن ہدایت پا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ کہ وہ لوگ جو ہمیں پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جن کی نیت یہ ہوتی ہے۔ کہ ہم تک پہنچ جائیں۔ ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم ہے۔ کہ ہم اپنے قرب کا واستہ انہیں ضرور دکھا دیتے ہیں۔ یہ کتنی محبت اور شفقت کا کلام ہے۔ اور کتنا

یقینی قطعی اور حتمی وعدہ

ہے۔ والذین جاھدوا فینا۔ بندہ کا کام صرف کوشش کرنا ہے۔ ورنہ اپنے طور پر وہ کامل علم اسے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ ہمیں پالے۔ اس کا کام یہی ہے۔ کہ کوشش کرے۔ پس والذین جاھدوا فینا۔ جو لوگ کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ واری کو ادا کر دیتے ہیں۔ آگے یہ ہمارا کام ہوتا ہے۔ کہ ہم انہیں صحیح علم دیں چنانچہ فرماتا ہے۔ جب بندے نے اپنا کام کر لیا۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ ہم جو قادر ہیں۔ جو کامل ہیں۔ اور ہر نقص اور عیب سے منزہ ہیں اپنے فرض کو ادا نہ کریں۔ سو لنھدینھم سبلنا۔ ہم اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ ضرور ہم انہیں ان راستوں پر چلا کر لے آئیں گے۔ جو ہم تک پہنچنے والے ہوں۔ کتنا شاندار وعدہ ہے۔ اور

انسانی قلب کی نیکی کا کتنا بڑا اعتراف

ہے۔ جو انسان کو پیدا کرنے والے رب نے کیا تو انسان کی طرف سے اگر صحیح جدوجہد ہو۔ تو بھی اگر نیک نیتی سے غلط رنگ میں جدوجہد ہو تو بھی اللہ تعالےٰ کے فضلوں کو جذب کر لیتا ہے۔ مگر جب صحیح جدوجہد نہ ہو۔ اور انسان شرارت اور گستاخی کر رہا ہو۔ تو وہ کسی صورت میں اللہ تعالےٰ کے فضل کو جذب نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ سچے مذہب میں شامل ہو۔ یا جھوٹے مذہب میں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص سچے مذہب میں ہوتے ہوئے ان راستوں کو اختیار نہیں کرتا۔ جو اللہ تعالےٰ کے قرب تک پہنچانے والے ہوں۔ تو وہ اپنے اوپر اللہ تعا کے غضب کو زیادہ بھڑکاتا ہے۔ کیونکہ اس نے

علم رکھتے ہوئے نافرمانی

کی۔ اور جو غلط راستے پر تھا۔ اس نے بے علمی میں نافرمانی کی۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جو شخص بے علمی میں نافرمانی کرے۔ وہ کم مجرم ہے بہ نسبت اس شخص کے جو علم کے باوجود نافرمانی کرتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو اس موقعہ پر توجہ دلائی ہے۔ جہاں حج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔ اور جس کام کو کرنا چاہو۔ اس کے لئے وہ طریق استعمال کرو۔ جو خدا تعالےٰ نے اس کام کے لئے مقرر کئے ہیں۔ مثلاً

گھر میں داخل ہونے کا سہل اور آسان طریق

یہ ہے۔ کہ دیواروں میں جو منفذ یعنی دروازے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ انسان اندر داخل ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی کے گھر دروازہ میں سے داخل ہونے کی بجائے سیندھ لگانا شروع کر دے۔ اور کہے کہ میں سیندھ لگا کر اندر داخل ہوں گا۔ تو گھر والے بھی شور مچائیں گے۔ اور ہمسائے بھی شور مچائیں گے۔ اور پولیس اسے گرفتار کر کے لے جائیگی۔ یا فرض کرو۔ وہ اپنے گھر میں ہی دروازہ میں سے اندر داخل ہونے کی بجائے دیوار پھاند کر آجاتا ہے۔ تو گو اس پر چوری کا الزام نہیں لگے گا۔ اور نہ اسے دخل بے جا کا کوئی شخص مرتکب قرار دے گا۔ مگر ہر دیکھنے والا اسے احمق اور بے وقوف ہی کہے گا۔ اور اسے عقل سے بالکل کورا قرار دے گا۔ تو جو چیز اپنی ہوتی ہے۔ اور کسی اور کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اس میں بھی انسان اگر صحیح طریق کو چھوڑ کر کوئی اور واستہ اختیار کرے۔ تو ہر شخص یا تو اسے

احمق اور بے وقوف

کہے گا۔ یا بھانڈ اور مسخرہ قرار دے گا۔ مثلاً پانی پینے کا طریق یہ ہے۔ کہ گلاس میں پانی بھرا جائے۔ اور منہ لگا کر پی لیا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس طرح پینے کی بجائے کتے کی طرح پانی کو زبان سے چاٹنے لگ جائے تو ہر شخص اسے ذلیل اور حقیر تصور کرے گا۔ یا گلاس کے اوپر ہونٹ لگانے کی بجائے اگر وہ چاقو سے گلاس میں کسی اور جگہ سوراخ کرلے اور کہے۔ کہ میں اس جگہ سے پانی پیوں گا۔ یا پیندے میں سوراخ کرے۔ اور کہے۔ کہ میں اوپر کی بجائے نیچے سے پانی پیوں گا۔ تو کوئی اسے عقلمند قرار نہیں دے گا۔ بلکہ ہر شخص اسے احمق اور بے وقوف کہے گا۔ انسان کا پاجامہ اور کرتہ اسکی اپنی ملکیت ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ

پاجامے کو گردن میں

ڈال لے اور کرتے میں ٹانگیں ڈال دے۔ تو کوئی نہیں کہے گا۔ کہ چونکہ یہ اس کا اپنا کرتہ۔ اور اپنا پاجامہ ہے۔ اس لئے اس کا حق ہے۔ کہ جس طرح جی چاہے استعمال کرے۔ ہر شخص کہے گا۔ کہ گو کرتہ اس کا ہے مگر لاتوں کے لئے نہیں۔ اور گو پاجامہ بھی اسی کا ہے مگر گردن میں ڈالنے کے لئے نہیں۔ اور اگر کوئی شخص کرتہ اور پاجامہ کو اپنی ملکیت کے گھمنڈ میں الٹا پہن لے۔ یعنی کرتے کی جگہ پاجامہ اور پاجامے کی جگہ کرتہ۔ تو ہر شخص کہے گا۔ کہ یا تو یہ پاگل ہے۔ یا بھانڈ اور مسخرہ ہے۔ کہ یہ صحیح طریق جو مقرر ہے۔ وہ اختیار نہیں کرتا۔

تو محض کسی چیز کا مالک ہونا تمہیں اس کے استعمال میں بالکل آزاد نہیں کر دیتا۔ تم اپنے گھر میں

دروازہ سے داخل ہونے کی بجائے سیندھ

لگانے لگ جاؤ۔ یا دیوار پھاند کر اندر داخل ہو جاؤ یا تم اپنی روٹی بجائے منہ میں ڈالنے کے ناک میں ڈالنے لگ جاؤ۔ یا پانی بجائے سیدھی طرح پینے کے اسے کتے کی طرح لق لق کرکے چاٹنے لگ جاؤ۔ یا گلاس میں چاقو سے سوراخ کرکے یا اس کے پیندے کو توڑ کر وہاں منہ لگا کر پانی پینے لگ جاؤ۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ چونکہ یہ چیزیں تمہاری ہیں۔ اس لئے ان میں کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں بے شک یہ چیزیں تمہاری ہی ہونگی۔ مگر باوجود اس کے کہ گھر تمہارا ہوگا۔ روٹی تمہاری ہوگی۔ پانی تمہارا ہوگا۔ گلاس تمہارا ہوگا۔ پھر بھی اگر غلط طریق اختیار کرتے ہو۔ تو

ہر شخص کا حق

ہے۔ کہ تمہیں پاگل اور بے وقوف سمجھے۔ جس طرح اگر تم کسی کو دیکھو۔ کہ وہ ایسا کر رہا ہے۔ تو تمہارا بھی حق ہے۔ کہ اسے احمق قرار دو۔ اور نہ صرف تمہارا یہ حق ہے۔ بلکہ تم اس حق کو استعمال بھی کرو گے اور فوراً فیصلہ کر دو گے۔ کہ یا تو یہ احمق ہے۔ یا بھانڈ اور شرارتی ہے۔ تو محض

کسی چیز کو اپنا قرار دے کر اس کا غلط استعمال درست نہیں

ہوتا۔ اور جب چیز بھی اپنی نہ ہو۔ تو اس کا غلط استعمال تو انسان کو اور زیادہ مجرم بنا دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے۔ کہ وہ ننگے پاؤں پھر رہا ہے اور اسے ہمدردی کے طور پر اپنا بوٹ یا جوتی دے دے۔ تو اگر وہ شخص بوٹ میں اپنا پیر بھی ڈالے اور ساتھ ہی چند لکڑی کے ٹکڑے اور پتھر کے ٹکڑے بھی ڈال لے تو ہر دیکھنے والا اسے بیوقوف اور احسان فراموش قرار دے گا۔ اور کہے گا۔ یہ کیسی بے ہودگی ہے۔ کہ اس نے تو اپنا بوٹ اسے پہننے کے لئے دیا۔ اور اس نے اس میں لکڑی کے ٹکڑے بھی رکھ لئے تا کہ وہ جلدی پھٹے۔

پھر صرف دوسرے کی جوتی کو استعمال کرنے کا سوال نہیں۔ اگر یہ اپنی جوتی بھی اسی طرح استعمال کرے۔ تو بھی ہر دیکھنے والا اس پر ہنسے گا۔ اور اسے احمق اور بے وقوف قرار دیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے کرتہ اور پاجامہ کا غلط استعمال کرتا ہے۔ یعنی کرتے کی جگہ پاجامہ اور پاجامے کی جگہ کرتہ ڈال لیتا ہے۔ تب بھی لوگ اسے بیوقوف کہیں گے۔ اور اگر کسی دوسرے کے کرتے اور پاجامے کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو لوگ اسے

احمق بھی کہیں گے اور ساتھ ہی شرارتی بھی

کہیں گے۔ کہ اس نے بجائے دوسرے کا احسان مند ہونے کے اس کا کرتہ پھاڑا۔ اور اس کے پاجامے کا نقصان کیا۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بندوں کو جو چیزیں دی ہیں۔ وہ گو بندوں کی نظر آتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہیں۔ یہ آنکھیں جو ہم کو ملی ہیں۔ یہ کان جو ہم کو ملے ہیں۔ یہ ہاتھ جو ہم کو ملے ہیں۔ یہ پاؤں جو ہم کو ملے ہیں۔ اسی طرح وہ روپیہ وہ علم۔ وہ فہم۔ وہ فراست اور وہ ذہن جو ہم کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملا ہے۔ یہ

سب چیزیں خدا تعالےٰ کی ہیں

اور گو بظاہر یہ ہمارے قبضہ میں ہیں۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ چیزیں ہم نے بنائی ہیں۔ ہمارے پیدا ہونے سے لاکھوں سال پہلے یہ تمام چیزیں موجود تھیں۔ جو پہلوں سے ہماری طرف منتقل ہوئیں۔ اور ان کو ان سے پہلوں سے ملیں۔ اور ان کو ان سے بھی پہلوں سے ملیں۔ اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا چلا گیا۔ پس یہ تمام نعمتیں ہماری نہیں۔ بلکہ خدا نے ہمیں دی ہیں۔ اور پھر ان نعمتوں کے استعمال کے متعلق اس نے کچھ قوانین مقرر کئے ہیں۔ اور بعض حد بندیاں مقرر کر دی ہیں۔ کہ اس حد تک ان چیزوں کو اپنی ذات پر استعمال کر سکتے ہو۔ اور اس حد تک

خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت

یا بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے تمہیں استعمال کرنی چاہئیں۔ دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں۔ جو اس ذمہ واری کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور کئی ایسے بھی ہیں جو قبول نہیں کرتے۔ جب خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں کوئی مامور آتا ہے۔ تو جو لوگ اسے نہیں مانتے۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شخص نے کسی دوسرے کے پاس اپنی امانت رکھی۔ مگر جب وہ امانت لینے کے لئے آیا۔ تو اس نے کہہ دیا۔ کہ میں امانت نہیں دیتا۔ جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو

خدا تعالےٰ کے مامور کے ہاتھ پر بیعت

کرتے ہیں۔ وہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ انہیں جس قدر چیزیں ملی ہیں۔ یہ ان کی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی ہیں۔ مگر پھر وہ عہد شکنی کرتے اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کے پاس مثلاً ہزار روپے امانت رکھے۔ اور جب وہ روپیہ لینے کے لئے آئے۔ تو یہ بڑے اکرام اور اجلال کے ساتھ پیش آئے۔ اپنی مسند پر اسے بٹھائے۔ اور کہے آیئے۔ تشریف لایئے۔ میں تو آپ کا ہی شب و روز انتظار کر رہا تھا۔ شکر ہے۔ کہ آپ آ گئے۔ اور میں امانت کے فرض سے سبکدوش ہوا۔ اور یہ کہہ کر وہ اندر جائے۔ اور تھیلی میں

بجائے روپیہ کے مٹی کی ٹھیکریاں

بھر کر اس کے سامنے رکھ دے۔ اور کہہ دے۔ لیجئے۔ یہ آپ کا ہزار روپیہ ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اس کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میرے ذمہ آپ کی امانت ہے۔ آیئے آپ اپنی امانت لے لیں۔ وہ اپنی

ذمہ واری سے سبکدوش

ہو جائے گا۔ چاہے تھیلی میں روپیہ کی بجائے ٹھیکریاں ہی بھر کر پیش کر دے۔ اور کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ جس نے اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ وہ بڑا خوش ہوگا۔ اور کہے گا۔ اس نے روپیہ دینے کا اقرار تو کیا۔ اور کوئی نہ کوئی چیز بھی مجھے دے دی۔ یقیناً وہ کبھی خوش نہیں ہوگا۔ بلکہ جب دیکھے گا۔ کہ اس نے روپیہ کی بجائے ٹھیکریاں دی ہیں۔ تو اس کا غصہ بھڑک اٹھے گا۔ اور وہ کہے گا۔ کہ تم نہ صرف خائن ہو۔ بلکہ میری ہتک بھی کرتے ہو۔ اسی طرح وہ انسان جو

خدا تعالےٰ کے انبیاء کا انکار

کرتے ہیں۔ وہ تو ویسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کے پاس کوئی امانت رکھے۔ اور وہ بعد میں کسی دوسرے وقت اپنی امانت لینے جائے۔ تو کہدے۔ کہ میں نے آپ کا کچھ نہیں دینا۔ وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کا کچھ نہیں دینا۔ اسی طرح وہ بھی مجرم ہوتے ہیں۔ جو یہ تو مان لیتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا تعالےٰ کا دینا ہے۔ مگر کہتے ہیں۔ ہمیں اس بات پر اعتبار نہیں کہ تمہیں خدا تعالےٰ نے بھیجا ہو۔ جب

خدا تعالےٰ خود ہمارے پاس آئے گا

تو ہم اسے امانت دیدیں گے۔ حالانکہ جب اس نے بندوں کے پاس امانت رکھی تھی۔ اسی وقت کہہ دیا تھا۔ کہ میں خود یہ امانت لینے نہیں آؤنگا۔ بلکہ میرے رسول آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ایسے لوگ بھی مجرم ہیں۔ اور پھر ایسوں کے پاس

اللہ تعالےٰ خود آتا ہے

مگر اپنی امانت لینے کے لئے نہیں۔ بلکہ انہیں تباہ کرنے کے لئے۔ چنانچہ فرمایا۔ اتی اللہ بنیانھم کہ پھر اللہ تعالےٰ ان کے دروازوں پر اپنی امانت مانگنے نہیں آتا۔ بلکہ ان کی بنیادوں اور جڑوں پر اپنے قہر کی بجلی گرانے آتا ہے۔ لیکن ان دو کے علاوہ ایک تیسری جماعت بھی ہوتی ہے۔ جس وقت خدا تعالےٰ کا کوئی پیغامبر آتا ہے۔ وہ آگے بڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ سبحان اللہ ہم پر

امانت کا ایک زبردست بوجھ

تھا۔ اور ہم تو اس بات کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ کوئی امانت لینے والا آئے۔ تو اسے امانت سپرد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ سو خدا کا شکر ہے۔ کہ آپ آ گئے۔ یہ اقرار جو وہ کرتے ہیں۔ اسی کا نام بیعت ہوتا ہے۔ چنانچہ بیعت کے یہی معنے ہیں۔ کہ ہم نے تسلیم کر لیا۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ ہمارا نہیں۔ بلکہ آپ کا ہے۔ جس طرح کسی کے نام پٹہ لکھ دیا جاتا ہے۔ یا بعض لوگ کسی اور کو اپنا ایجنٹ بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح

بیعت ایک پٹہ اور ایک اقرار ہوتا ہے۔

اس امر کا کہ ہماری ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ اور تم اس کے نمائندہ اور ایجنٹ ہو۔ اور تم اس بات کا حق رکھتے ہو کہ جس وقت چاہو۔ اپنی چیز کا ہم سے مطالبہ کر لو۔ مگر جب ایسی لوگوں سے امانت مانگی جاتی ہے تو وہ بجائے روپیہ اور قیمتی جواہر پیش کرنے کے ٹھیکریاں اور کوڑیاں اور اسی طرح کی اور

ذلیل اور گندی چیزیں

اسے چھپا کر دینا چاہتے ہیں۔ اور خواہش رکھتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں کے سامنے سرخرو بھی ہو جائیں کہ ہم نے امانت ادا کر دی۔ اور چیز بھی ہمارے پاس رہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ انہوں نے امانت ادا کی۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا ان کے اس فعل پر خوش ہوگا۔

یقیناً خدا ان پر ناراض ہوگا۔

بلکہ دوسروں سے زیادہ ناراض ہوگا۔ اور کہے گا کہ تم سے جب میں نے امانت مانگی۔ تو تم نے عملاً فریب کاری سے کام لیتے ہوئے چاہا۔ کہ مجھے دھوکا دو۔ پس تم نے نہ صرف خیانت کی۔ بلکہ ہمارے نمائندہ کی ہتک بھی کی ہے۔ تو یہ طریق کامیابی کا نہیں۔ یہ مکان میں اس کے دروازہ سے داخل ہونے کا طریق نہیں۔ بلکہ سینڈھ لگا کر اندر داخل ہونے کا طریق ہے۔ یہ ایسا ہی طریق ہے۔ جیسے کوئی کہے میں اندھیری رات میں

ہزار مصیبتوں کے بعد

بڑی محبت اور پیار سے فلاں کے مکان کے پاس آیا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ سینڈھ لگا کر اندر داخل ہو جاؤں۔ مگر اس نے چور چور کہکر مجھے پکڑوا دیا۔ بھلا دنیا میں اس سے زیادہ اور کیا اندھیر ہوگا۔ کہ میں اتنی محبت سے آیا۔ اور اس نے مجھے پولیس کے سپرد کر دیا۔ ہر شخص اسے کہے گا۔ کہ تو دھوکا اور فریب سے کام لے رہا ہے۔ اگر ملنے کے لئے آیا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ دروازہ سے داخل ہوتا۔ مگر جب تو دروازہ سے داخل نہیں ہوا۔ بلکہ تو نے سینڈھ لگانی شروع کر دی۔ تو اس کا صاف یہ مطلب تھا۔ کہ تو چاہتا تھا۔ کہ اندھیری رات میں جو مال ملے۔ اسے ہتیا لے۔ تو ایسا انسان مجرم ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکاتا ہے۔ جو صحیح طریق کو اختیار نہیں کرتا۔

اب میں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

ہماری جماعت کے دوست غور کریں

کہ ان میں سے ہر شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر۔ یا اگر اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تو اس نے آپ کے خلفاء کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اس امر کا اقرار کیا ہے۔ کہ جو کچھ میرا ہے۔ وہ میرا نہیں۔ بلکہ خدا کا ہے۔ میں اسکی ملکیت کو تسلیم کرتا اور اس کے

ایجنٹ اور مختار کے ہاتھ پر اقرار

کرتا ہوں۔ کہ اسکے دین کی خدمت کے لئے جس قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہوگی۔ ان تمام قربانیوں میں حصہ لوں گا۔ اس کے تمام احکام کو قبول کرونگا۔ اسلام کے احیاء کے لئے ہمیشہ کوشاں رہونگا۔ اور اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی تمام زندگی اسلام کی ترقی کے لئے لگا دوں گا۔ اب آپ لوگ غور کریں کہ کیا واقعہ میں ہم میں سے ہر شخص اس امانت کو ادا کر رہا ہے۔

ہم جب یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم احمدی ہیں۔ تو

ہماری مثال اس امین کی

سی ہوتی ہے۔ جو کہتا ہے۔ ہاں جی۔ امانت میرے پاس ہے۔ آپ بخوشی لے لیں۔ مگر کیا کسی کا صرف منہ سے یہ الفاظ کہدینا اسے اپنے فرض سے سبکدوش کر سکتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہو۔ کہ اس سے جب امانت طلب کی جائے۔ تو وہ بجائے روپیہ دینے کے ٹھیکریاں اور ایسی ہی اور ردی چیزیں جنہیں غلاظت لگی ہوئی ہو۔ پیش کرنے لگ جائے۔ اور جبکہ واقعہ یہ ہو۔ کہ بسا اوقات جس چیز کا نام وہ ایمان رکھتا ہے۔ وہ منافقت ہوتی ہے۔ جس چیز کا نام وہ قربانی رکھتا ہے وہ ریا ہوتی ہے۔ اور جس چیز کا نام وہ حزم اور احتیاط رکھتا ہے۔ وہ سستی اور غفلت ہوتی ہے اور وہ ان ٹھیکریوں کو پیش کر کے چاہتا ہے۔ کہ میری تعریف ہو۔ میرے متعلق یہ کہا جائے۔ کہ یہ سلسلہ کا

بڑا دیانتدار اور امین کارکن

ہے۔ اور اپنے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنے والا سپاہی ہے۔ حالانکہ ان باتوں سے کام نہیں چلتا۔ جب ایک معمولی عقل و فہم کا مالک انسان بھی ایسی باتوں سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ تو خدائے عالم الغیب ان باتوں سے کب دھوکا کھا سکتا ہے۔ اور پھر انبیاء کی جماعتوں کا تو ایک مقررہ طریق ہوتا ہے۔ اس طریق سے اگر وہ بال بھر بھی ادھر ادھر ہوں۔ تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اور میں نے نہ ایک دفعہ بلکہ بارہا بتایا ہے۔ کہ جب تک ہماری جماعت ان طریقوں پر نہیں چلے گی۔ سلسلہ کی خدمت کبھی بھی وہ صحیح معنوں میں نہیں کر سکتی۔ ابھی تک ہمارا بہت سا نظام

موجودہ زمانہ کے مغربی اثر سے متاثر

اور اسی کے تابع ہے۔ اور ہمارے زیادہ تر کام مغربی امور کی نقل ہیں۔ اسلامی اصول ابھی تک ہم اپنے نظام میں بھی جاری نہیں کر سکے۔ مثلاً تحریک جدید ہے۔ اس کے شروع میں ہی میں نے کہا تھا۔ کہ اس میں ملازمتوں پر بنیاد نہیں رکھی جائیگی چنانچہ اسی اصل پر یہ کام ایک حد تک چلایا جا رہا ہے۔ اور اب تحریک جدید کے دوسرے دور میں

ان شرائط کو اور بھی مستحکم کر دیا گیا ہے۔ مگر تحریک جدید سلسلہ کے شعبہ جات میں سے ایک بہت چھوٹا سا شعبہ ہے۔ اس میں بے شک اور رنگ میں کام شروع ہے۔ مگر سلسلہ کے باقی تمام کام ویسے ہی چل رہے ہیں۔ جیسے

یورپ میں انجمنیں

چلا کرتی ہیں۔ تنخواہ دار ملازموں کا ایک لمبا سلسلہ ہے۔ ان کے باقاعدہ گریڈ ہیں۔ اور ان کو ہر سال ترقیاں ملتی ہیں۔ حالانکہ انبیاء کی جماعتوں میں کوئی ایک مثال بھی اس قسم کی انجمنوں کی نہیں ملتی۔ جن میں

تنخواہ دار ملازم

ہوں۔ ان کے باقاعدہ گریڈ ہوں۔ اور ان میں تنخواہوں اور گریڈوں پر آپس میں بحثیں ہوتی ہوں۔ اگر ایک مثال بھی کسی زمانہ میں اس قسم کی مل سکے۔ تو بے شک ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ طریق منہاج نبوت پر ہے۔ لیکن اگر ایک مثال بھی ایسی نظر نہ آتی ہو۔ تو سمجھنا پڑے گا۔ کہ یہ

ایک عارضی سہولت

ہے۔ جو کارکنوں کو دی گئی۔ جیسے پچھلے سے پچھلے خطبہ جمعہ میں میں نے بیان کیا تھا۔ کہ کچھ عارضی سہولتیں ہوتی ہیں۔ جنہیں قانون نہیں کہا جاتا۔ وہ درمیانی زمانہ میں لوگوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے دی جاتی ہیں۔ اور انہیں مناسب وقت آنے پر دور بھی کیا جا سکتا ہے۔ تا کہ اصل قانون جاری ہو۔

پس صدر انجمن احمدیہ کے تمام کاموں کا ڈھانچہ لوگوں کی عادات اور ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا تھا۔ اور ایک عارضی سہولت کے لئے اسے اختیار کیا گیا تھا۔ ورنہ وہ منہاج نبوت پر مبنی نہیں۔

منہاج نبوت والا طریق

وہی ہے۔ جس میں تنخواہوں اور گریڈوں کا کوئی سوال نہ ہو۔ بلکہ لوگوں سے قربانی کا مطالبہ ضرورت کے مطابق ہو۔ اور ان کا گزارہ قربانیوں کے نتائج پر مبنی ہو۔ جیسے حضرت خالد بن ولید حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی کمانڈر رہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی کمانڈر رہے۔ مگر اپنے کاموں کے لحاظ سے انہیں ترقیات نہیں ملتی تھیں۔ بلکہ ان کاموں کے نتیجہ میں جو ترقیات ہوتی تھیں۔ ان پر ان کی ترقی منحصر تھی۔ یعنی اگر کسی جنگ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت سا

مال غنیمت

میسر آ گیا۔ تو وہ سب میں تقسیم ہو گیا۔ اور ہر ایک کو کافی مال مل گیا۔ اور اگر کسی جنگ میں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ تو سب خالی رہے۔ اور کسی کو بھی کچھ نہ ملا۔ بلکہ انہیں جنگ میں شامل ہونے کے اخراجات بھی گھر سے مہیا کرنے پڑے۔ بعض لوگ نادانی سے خیال کرتے ہیں۔ کہ نبیوں کی جماعتوں کو بیت المال سے کچھ نہیں ملتا۔ اگر انہیں کچھ ملے گا نہیں۔ تو وہ کھائیں گے کہاں سے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ

نبیوں کی جماعتوں کو مال

ملنا تاریخ سے ثابت ہے۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ ایک معین رقم ان کے لئے مقرر ہو۔ بلکہ وہ جنگوں میں شامل ہوتے اور اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ انہیں حکومت کی طرف سے ایک پیسہ بھی نہ ملتا۔ مثلاً وہ لڑائی کے لئے گئے ہوتے۔ مگر جاتے ہی صلح ہو گئی۔ اور اس طرح نہ صرف انہیں کوئی مال نہ ملا۔ بلکہ آنے جانے کا خرچ اور جنگ کے لئے سامان مہیا کرنے کے اخراجات بھی خود برداشت کرنے پڑے۔ اور بجائے حکومت سے کوئی امداد ملنے کے انہیں اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنا پڑا اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا۔ کہ ان کے مثلاً ہزار دو ہزار روپے خرچ ہوتے۔ اور انہیں لاکھوں روپیہ مل جاتا۔ گویا اجرت اور کام کی آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی تھی۔ کبھی وہ کام کرتے اور اس

کام کا معاوضہ

انہیں کچھ بھی نہ ملتا۔ اور کبھی اتنا مل جاتا۔ کہ وہ اسے دیکھ کر حیران ہو جاتے۔ اور سوچتے۔ کہ اب اسے رکھیں کہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہی بعض دفعہ اتنے اموال آئے ہیں۔ کہ صحابہ کہتے ہیں۔ ہمیں وہ اموال رکھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی۔ اور بعض دفعہ بجائے کچھ ملنے کے انہیں اپنے گھر سے تمام خرچ پورا کرنا پڑتا۔ یہی منہاج نبوت ہے۔ اور اسی طریق کو ہمیں اپنے صدر انجمن کے کارکنوں میں جلد یا بدیر جاری کرنا پڑے گا۔

میں نے یہ کبھی نہیں کہا۔ اور نہ میں اس کا قائل ہوں۔ جو بعض احمق لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ نبیوں کی جماعتوں کو کچھ دیا جانا ثابت نہیں۔ اگر انہیں کچھ دیا جانا ثابت نہیں۔ تو وہ کھاتے کہاں سے تھے۔ پس ملنے کا طریق تو تھا۔ اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی جاری تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہی حکم ہے۔ کہ جب

غنیمتوں کے اموال

آئیں۔ تو انہیں تقسیم کر دو۔ اور مختلف قسم کی تقسیمیں ہیں۔ جو شریعت نے تجویز کی ہیں۔ مگر وہ کام کے لحاظ سے نہیں ملتا تھا۔ بلکہ یا تو اس میں گزارے کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ یا نتائج کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ یعنی اگر روپیہ میسر آ گیا۔ تو دے دیا۔ اور اگر نہ آیا۔ تو کچھ بھی نہ دیا۔ یہاں تک کہ تاریخوں میں آتا ہے۔

بعض دفعہ سونے کی تقسیم ترازوؤں سے

ہوتی تھی۔ یعنی اتنی کثرت سے سونا اور دیگر اموال آ گئے۔ کہ انہیں گن گن کر دینے کی کوئی صورت ہی نہ رہی۔ پس اس وقت تکڑ پر اشرفیاں تول تول کر سب میں برابر تقسیم کر دی گئیں۔ مگر اس کے مقابلہ میں یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ بعض دفعہ صحابہ کو اپنی سواریوں کا آپ انتظام کرنا پڑا۔ تلواریں اور نیزے خود خریدنے پڑے مگر جب جنگ سے واپس آئے۔ تو انہیں

ایک پیسہ کی امداد بھی نہیں دی گئی۔

اور ان کا جو اندوختہ تھا۔ وہ سب جنگ کے اخراجات میں صرف ہو گیا۔ پھر نہ صرف یہ نظر آتا ہے۔ کہ صحابہ نے بعض دفعہ اپنے گھر کا مال و اسباب بیچ کر جنگ کے اخراجات پورے کئے۔ بلکہ یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ بعض دفعہ انہوں نے

اپنی جائیدادیں بیچکر

دوسروں پر خرچ کر دیں۔ اور ان کے لئے تمام ضروریات مہیا کیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ فلاں سفر پر ہماری فوج جانے والی ہے۔ مگر مومنوں کے پاس کوئی چیز نہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے۔ جو ثواب حاصل کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی اٹھے۔ اور آپ نے اپنا اندوختہ نکال کر وہ رقم مسلمانوں کے اخراجات کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ دیکھا۔ تو فرمایا۔

عثمانؓ نے جنت خرید لی

اسی طرح ایک دفعہ ایک کنواں بک رہا تھا۔ مسلمانوں کو چونکہ ان دنوں پانی کی بہت تکلیف تھی۔ اس لئے آپ نے اس موقعہ پھر فرمایا۔ کوئی ہے۔ جو ثواب حاصل کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں چنانچہ آپ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا۔ کہ عثمان رضؓ نے جنت خرید لی۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق یہی الفاظ کہے۔ غرض تین موقعے ایسے آئے ہیں۔ جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق فرمایا۔ کہ انہوں نے جنت خرید لی ہے۔ گو

مسلمانوں کی بدقسمتی

یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ جب وہ کسی شخص سے مخالفت کرتے ہیں۔ تو اسکی مخالفت میں دوسرے بزرگوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص مجھ پر حملہ کرے گا۔ اس کے حملہ کی زد تمام انبیاء پر پڑیگی۔ اسی طرح جو شخص ایک خلیفہ پر حملہ کرتا ہے۔ وہ دراصل

سارے خلفاء پر حملہ

کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے۔ قریب کے عرصہ میں مصری صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب فلاں فلاں غلطیاں کیں۔ اور مسلمانوں نے آپ سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ تو گو انہوں نے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر مسلمانوں نے تو بہرحال ایک رنگ میں انہیں معزول کر ہی دیا۔ گویا حضرت عثمان رضؓ اسی بات کے مستحق تھے کہ خلافت سے معزول کئے جاتے۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بارہا یہ فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے جنت خرید لی۔ اور وہ جنتی ہیں۔ اور ایک دفعہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں سے دوبارہ بیعت لی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ میں اسکی طرف سے اپنے ہاتھ پر رکھتا ہوں۔ اس طرح آپ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور پھر ایک دفعہ آپ سے فرمایا۔ اے عثمان خدا تعالےٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ منافق چاہیں گے۔ کہ وہ تیری اس قمیص کو اتار دیں مگر تو اس قمیص کو اتار یو نہیں۔ اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہیں۔ کہ اس قمیص کو نہ اتارنا۔ اور جو تم سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں گے وہ منافق ہوں گے۔ مگر مصری صاحب محض میری مخالفت میں آج یہ کہتے ہیں۔ کہ

حضرت عثمان سے عزل کا مطالبہ

کرنے والے حق پر تھے۔ اور غلطی پر حضرت عثمان ہی تھے۔ یہ ویسی ہی بات ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کوئی پٹھان کنز پڑھ رہا تھا۔ اس میں اس نے یہ لکھا دیکھا۔ کہ حرکت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک دن جب وہ حدیث کا سبق لے رہا تھا۔ تو اتفاقاً یہ حدیث آ گئی۔ کہ رسول کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے اپنے ایک نواسہ کو اٹھا لیا۔ تو وہ یہ حدیث پڑھتے ہی کہنے لگا۔ خوہ محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو یہ فرماتے ہیں۔ کہ

خدا تجھے خلافت کی قمیص پہنائیگا

اور تو اس کا قائم کردہ خلیفہ ہوگا۔ اور جو لوگ تجھ سے عزل کا مطالبہ کرینگے۔ وہ منافق ہونگے۔ مگر مصری صاحب کہتے ہیں۔ کہ نہیں۔ وہ خدا کے قائم کردہ خلیفہ نہیں تھے۔ اور جنہوں نے آپ سے عزل کا مطالبہ کیا۔ وہی حق پر تھے گویا محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات تو نعوذ باللہ جھوٹ ہوئی۔ لیکن منافق جو کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ سچ تھا اور اصل مومن وہی تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خدا اور رسول کا کیا ہے۔ وہ تو دو ہوئے۔ اور منافق بہت سے تھے۔ اور دو کی رائے اکثریت کے مقابلہ میں کمیٹیوں میں کہاں مانی جاتی ہے۔ تو

اللہ تعالےٰ کی طرف سے قربانیاں

آتی ہیں۔ اور ان قربانیوں کے نتیجے کبھی مل جاتے ہیں۔ اور کبھی نہیں ملتے۔ یہی صحابہ میں نظر آتا ہے۔ اور یہی طریق عمل ہمیں اختیار کرنا پڑے گا۔ یہ طریق بالکل غلط ہے۔ کہ نتیجہ خواہ نکلے۔ یا نہ نکلے۔ لوگوں کا جو حق مقرر ہے۔ وہ انہیں دیدیا جائے۔

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد

اب تک اسی امر پر ہے۔ کہ ہر شخص کا ایک حق مقرر ہے۔ خواہ چندہ جمع ہو۔ یا نہ ہو۔ خواہ تھوڑا آئے۔ یا بہت آئے۔ انہیں اپنا حق ضرور ملنا چاہیئے۔ مگر یہ منہاج نبوت نہیں۔ بلکہ

منہاج مغرب

ہے۔ مغرب کے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ جب کسی نے اپنا کام کر دیا۔ تو اس کا اب یہ حق ہو گیا۔ کہ وہ ہم سے اجرت کا مطالبہ کرے۔ حالانکہ یہ اصل بندوں کے لحاظ سے تو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے لحاظ سے درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ کوئی اس بات کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ کہ خدا ہر نیک کام کی جزا دینے والا ہے۔ اور اگر کسی کو اس جہان میں بدلہ نہ ملے۔ تو اگلے جہان میں مل کر رہے گا۔ لیکن جو شخص اس بات کو مانتا ہے۔ وہ گویا اس امر کا اقرار کرتا ہے۔ کہ میرا معاملہ بندوں سے نہیں۔ بلکہ خدا سے ہے۔ اگر بندوں کی طرف سے مجھے کچھ بھی نہ ملا۔ تب بھی

خدا میرے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔

اور وہ اگلے جہان میں اپنی نعمتوں سے مجھے مالا مال کر دے گا۔ پس اس کے لئے کسی معین اجرت کا ہونا بالکل بے معنی بات ہے۔ اگر ایک بادشاہ کا کوئی شخص ایک مہینہ تک کام کرے۔ اور وہ دنیا میں اسے کام کی اجرت نہ دے۔ تو کیا وہ بادشاہ اس امر کی طاقت رکھتا ہے۔ کہ اگلے جہان میں اسے اس کے کام کی جزا دے۔ اگلے جہان میں تو وہ خود مدد کے لئے دوڑتا پھریگا۔ اسے کہاں سے دیگا۔

پس اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ملازم کو اسی جہان میں اسکی مزدوری دے۔ لیکن جو لوگ ایک نبی کی جماعت میں داخل ہوں۔ اور منہاج نبوت پر کام کر رہے ہوں۔ وہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اگر اس جہان میں انہیں کام کا معاوضہ نہ دیا گیا۔ تو اگلے جہان میں انہیں نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ ان کا مالک خدا ہے۔ اور اگر اس جہان میں انہیں اپنے کاموں کا بدلہ نہ ملا۔ تو اگلے جہان میں بہتر سے بہتر بدلہ مل کر رہے گا۔

پس مقررہ بدلہ ان لوگوں کے ذمہ ہوتا ہے جو دوسرے وقت میں بدلہ نہیں دے سکتے۔ لیکن جو دوسرے وقت میں بھی بدلہ دے سکتا ہو۔ بلکہ اگر اس جہان میں بدلہ نہ ملے۔ تو اگلے جہان میں بھی دے سکتا ہو۔ اس کے مقابلہ میں کسی قسم کی شرط جائز نہیں ہو سکتی۔

پس ابھی ہمارے بہت سے کام منہاج مغرب پر ہیں۔ منہاج نبوت پر نہیں ہیں۔ اور جب تک ہم اپنے ان کاموں کو منہاج نبوت پر نہیں لائیں گے۔ کامیابی کا منہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح یہ شرط کہ آنہ فی روپیہ چندہ مقرر ہے۔ یا پانچ پیسے فی روپیہ بالکل غلط ہے۔ مقرر تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ خواہ اس فقرہ سے فائدہ اٹھا کر بعض لوگ کہدیں کہ دیکھو جب اب انہوں نے اقرار کر لیا ہے۔ کہ مقررہ ایک پیسہ بھی نہیں۔ تو ہم زیادہ چندہ کیوں دیں۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ کہ خواہ ہم آنہ فی روپیہ چندہ کہیں یا پانچ پیسہ فی روپیہ

مقرر کچھ بھی نہیں

مقرر سلسلہ کی ضروریات کے لحاظ سے ہے اگر سلسلہ کی ضروریات یہ تقاضا کرتی ہوں کہ ہم آنہ یا پانچ پیسہ کی بجائے پورا روپیہ ہی سلسلہ کے حوالے کریں۔ تو اس وقت ہمارا یہی فرض ہے۔ کہ ہم روپیہ دیں۔ اور اگر پیسہ کی ضرورت ہو۔ تو اس وقت پیسہ دینا پڑیگا۔ کوئی کہے۔ کہ اس طرح روپیہ جمع کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دنیاوی گورنمنٹیں بے شک روپیہ جمع کرتی ہیں۔ لیکن اسلامی گورنمنٹیں روپیہ جمع نہیں کیا کرتیں۔ اور نہ ہمارا حق ہے۔ کہ روپیہ جمع کریں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلامی زمانہ میں نقد روپیہ جمع کی صورت میں بہت کم نظر آتا تھا۔ گو کچھ جائیدادیں ضرور محفوظ کی گئی تھیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو روپیہ رکھتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ جو کچھ آتا اسے تقسیم کر دیتے تھے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم گھر میں روپیہ اس لئے جمع نہیں رکھتے تھے۔ کہ آپ پر الزام نہ آئے۔ مگر یہ غلط خیال ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے طریق عمل سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آپ نہ صرف اپنے گھر میں روپیہ جمع نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ آپ نے کوئی خزانہ بھی نہ بنایا ہوا تھا۔ جس قدر روپیہ آتا۔ وہ آپ تقسیم فرما دیتے۔ اور سمجھتے تھے کہ جب اور ضرورت ہوگی۔ تو اللہ تعالےٰ اور بھیج دیگا۔ یہ آپ کے

توکل کا اعلےٰ مقام

تھا۔ ہر شخص یہ طریق اختیار نہیں کر سکتا۔ مگر بہر حال منہاج نبوت یہی ہے۔ کہ روپیہ جمع نہ ہو۔ بلکہ خرچ ہوتا رہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز پڑھا کر لوگوں کے کندھوں سے پھاندتے ہوئے جلدی جلدی گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کچھ حیران سے ہوئے۔ کہ اتنی جلدی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم گھر میں کیوں تشریف لے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ پھر کسی کام کے لئے واپس آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے کچھ مال بھیجا تھا۔ جو میں نے تقسیم کر دیا۔ صرف

دو دینار

باقی تھے۔ میں نماز پڑھا کر جلدی جلدی گھر گیا اور مجھے خیال آیا۔ کہ وہ اب تک کیوں پڑے ہیں۔ چنانچہ میں اب انہیں تقسیم کر کے آیا ہوں پس یہی نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم گھر میں روپیہ جمع نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا ہوا تھا۔ کہ میں خزانہ سرکاری میں بھی روپیہ جمع نہیں کیا کروں گا۔ چنانچہ جس قدر روپیہ آتا۔ آپ اسی وقت تقسیم کر دیتے۔ البتہ بعض اوقات کچھ رکھ بھی لیتے۔ مگر بالعموم آپ کا طریق یہی تھا۔ کہ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے۔ ہاں اگر کوئی عارضی ضرورت سامنے ہوتی۔ تو کچھ رکھ لیتے۔ مگر وہ بھی زیادہ عرصہ کے لئے نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی طریق جاری رہا۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں البتہ کچھ جمع کیا جاتا رہا۔ مگر وہ بھی زیادہ تر اس لئے کہ بعض بدو اور دوسرے غربار آ جاتے تھے۔ اور ان کے لئے آٹے۔ دانے گھی۔ شہد اور نقدی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ پس کسی حد تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چیزیں جمع رکھتے تھے۔ ورنہ عام طور پر جو مال آتا۔ اسے آپ بھی تقسیم ہی کر دیا کرتے تھے۔ غرض

خلفاء کے زمانہ میں روپیہ جمع کرنے کا رواج

ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ بعض زمینیں جو فتوحات میں حاصل ہوئیں۔ آئندہ ضرورتوں کے لئے محفوظ رکھ لی جاتی تھیں۔ اور نہ معین معاوضے لوگوں کو ملا کرتے تھے۔ اگر حکومت کے پاس روپیہ زیادہ آ جاتا۔ تو لوگوں کو زیادہ دے دیا جاتا۔ یہ طریق تھا۔ جس پر اس زمانہ میں کام ہوتا تھا۔ اور یہی منہاج نبوت ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کام کرنے والے کہیں۔ کہ ہم معین معاوضے نہیں لیں گے۔ بلکہ سلسلہ کو جس قدر آمد ہوگی۔ اس نسبت سے ہمیں جو کچھ دیا جائے گا۔ اسے ہم بخوشی قبول کریں گے۔ غرض ہمارے بہت سے کاموں میں ابھی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اور وہ منہاج نبوت پر نہیں۔ بلکہ منہاج مغرب پر قائم ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان حالات کو بدل دیں۔ اگر کوئی کہے۔ جب یہ معاملہ اس قدر ضروری ہے۔ تو تم اس وقت تک چپ کیوں رہے ہو۔ یا کیوں ابھی تبدیلی نہیں کر دیتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس وجہ سے میرے بڑے خاموش رہے۔ اسی وجہ سے میں بھی خاموش ہوں۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ

اسلام نے کاموں میں تبدیلی آہستہ آہستہ پسند کی ہے

فوری طور پر تبدیلی پسند نہیں کی۔ لیکن بہر حال یہ کام خواہ آج ہو یا آج سے چند سال بعد۔ ہو کر رہے گا۔ اور ہمیں اپنے تمام کاموں کو اسلامی بنیاد پر لانا پڑے گا۔ اور بڑوں اور چھوٹوں کے معاوضوں کے اس طریق کو مٹانا پڑیگا۔ جو اس وقت جاری ہے۔ اور وہی راہِ عمل اختیار کرنا پڑے گا۔ جو خالص اسلامی ہے۔ اور جس کا اصول یہ ہے۔ کہ خزانہ میں جس نسبت سے روپیہ آئے۔ اسی نسبت سے کام کرنے والوں میں تقسیم ہوتا رہے۔ خواہ انہیں تھوڑا ملے یا بہت۔ بالکل ممکن ہے۔ ہم اپنے نظام کے بعض حصوں میں اس طریق کو جاری نہ کر سکیں مثلاً مدرسہ ہے۔ وہاں

حکومت کی بعض پابندیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی وجہ سے اس امر کا امکان ہے۔ کہ ہم یہ طریق اختیار نہ کرسکیں۔ مگر جہاں اور جس حد تک سرکاری قانون ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہوگا۔ وہاں ہم اس بات پر مجبور ہوں گے۔ کہ ایسے ہی لوگوں سے کام لیں۔ جو اسلامی طریق پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اگر کوئی اس بات کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو اسے کہہ دیا جائے گا۔ کہ تم اپنے گذارہ کا کوئی اور انتظام کر لو۔

میں نے یہ جماعت کو اس لئے بتایا ہے۔ تا جماعت کے دوست اس امر پر غور کریں۔ اور کارکن بھی سوچیں۔ کیونکہ

جلد یا بدیر ہمیں یہ طریق اختیار کرنا پڑیگا

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی۔ تو میں اپنا پورا زور اس بات کے لئے لگاؤں گا۔ کہ ہمارا تمام نظام منہاج نبوت پر آجائے۔ اور مغرب کے اصول کو جلد یا بدیر ہم بالکل ترک کردیں۔ کیونکہ ہم کو اگر کامیابی ہوگی۔ تو انہی اصول پر چل کر جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ نہ ان اصول پر چل کر جو مغرب نے تجویز کئے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے نظام اور اصول میں مغرب کے ہی شاگرد رہے اور عقیدہ میں ہم نے مغرب پر فتح حاصل کرلی۔ تو ہم نے

مغرب کو شکست بھی دی

تو کیا شکست دی۔ حالانکہ ہماری جس قدر دشمنی ہے۔ وہ مغربیت سے ہے۔ نہ کہ مغرب کے آدمیوں سے۔ اور اگر مغربیت ہمارے اندر خود آگئی۔ تو مغرب کو ہم نے کیا ذک پہنچائی۔ آخر مغرب کے آدمی تو ہمارے دشمن نہیں۔ وہ تو ہمارے بھائی ہیں۔ اگر آج مغرب کے لوگ مسلمان ہو جائیں۔ تو ہم انہیں اپنے سر آنکھوں پر بٹھائیں۔ لیکن اگر ہم آدمیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کے افعال سے محبت کرتے ہیں۔ مغربیت کو تو خود اختیار کرتے ہیں۔ مگر مغرب کے باشندوں سے دور بھاگتے ہیں۔ تو ہم نہ صرف مغربیت کا جبہ خود پہن لیتے ہیں۔ بلکہ اسلام کی تعلیم کے خلاف بھی چلتے ہیں۔ کیونکہ اسلام آدمیوں سے عداوت جائز قرار نہیں دیتا بلکہ برے افعال سے عداوت پسند کرتا ہے۔ جب افغانستان میں ہمارے چند آدمی مارے گئے۔ اور ہم نے حکومت کے اس فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ تو ہم نے اسی وقت اس امر کی تصریح کر دی تھی۔ کہ ہماری امیر اور اس کے آدمیوں سے کوئی دشمنی نہیں۔ ہمیں تو اس

غلط عقیدہ سے دشمنی

ہے۔ جس کے مطابق انہوں نے ہمارے آدمیوں کو شہید کیا۔ اور جسے اسلام کی تعلیم کے خلاف انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور اگر کوئی سچے دل توبہ کرے۔ تو چاہیے۔ وہ کتنا بڑا دشمن ہو ہم اسے اپنا بھائی سمجھیں گے۔ آخر جو احمدی بنتے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ یہ انہی لوگوں میں سے آتے ہیں۔ جو احمدیت کے شدید مخالف ہوتے ہیں۔ بلکہ ایسے ایسے شدید دشمن ہدایت پر آجاتے ہیں۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ کہ

حافظ روشن علی صاحب مرحوم

نے ایک دفعہ بتایا۔ کہ جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک دن احمدیہ چوک میں تیس چالیس آدمی باہر بورڈنگ کی طرف سے آرہے تھے۔ اور پانچ سات آدمی لنگر خانہ کی طرف سے۔ جب وہ ایک دوسرے کے بالکل قریب پہنچے تو ٹھٹک کر کھڑے ہوگئے۔ اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پھر معاً وہ آگے بڑھے۔ اور ایک دوسرے سے گلے مل کر چیخیں مار کر رونے لگے۔ فرماتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ تو وہ جو زیادہ تعداد والے تھے انہوں نے بتایا۔ کہ یہ پانچ سات آدمی ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے احمدی ہوئے۔ جس پر ہم نے انہیں بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے گاؤں سے نکال دیا۔ پھر ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ کہ یہ کہاں چلے گئے۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی۔ اور

ہم بھی احمدی ہو گئے

آج یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ ہم نے ان کی شکل دیکھی۔ بس انہیں دیکھتے ہی ہمیں وہ تمام تکلیفیں یاد آگئیں۔ جو ہم نے انہیں پہنچائیں۔ اور بے اختیار ہمیں یہ تصور کر کے رونا آگیا ہے۔ کہ آخر ہم بھی وہیں آپہنچے۔ جس جگہ یہ تھے۔

تو ایسے ایسے دشمن اگر سلسلہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ تو آدمیوں کی عداوت سے زیادہ اور کونسی بے وقوفی ہوگی۔

میں نے کئی دفعہ کہا ہے۔ کہ مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب کی ذات سے بھی کبھی دشمنی نہیں ہوئی۔ بلکہ بچپن میں جب مجھے کامل عرفان حاصل نہیں تھا۔ میں بعض دفعہ حیران ہو کر کہا کرتا تھا۔ کہ خدایا کیا میرے اندر غیرت کم ہے۔ کہ لوگ تو کہتے ہیں ہمیں مولوی ثناء اللہ پر بڑا غصہ آتا ہے۔ مگر مجھے نہیں آتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ

اپنی ذات میں مجھے کسی شخص سے عداوت نہیں

نہ اپنے دشمن سے۔ اور نہ سلسلہ کے کسی دشمن سے افعال بے شک مجھے برے لگتے ہیں۔ اور انہیں مٹانے کو میرا جی چاہتا ہے۔ مگر کسی انسان سے مجھے دشمنی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ سلسلہ کے شدید ترین دشمنوں کی ذات سے بھی مجھے آج تک کبھی عداوت نہیں ہوئی۔ حالانکہ اگر عداوت جائز ہوتی۔ تو ان لوگوں سے ہوتی۔ تو ان لوگوں سے ہوتی۔ جو خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ کیونکہ مومن کا کام یہ ہے۔ کہ وہ اپنے دشمنوں کو کم درجہ دے۔ اور خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں کو زیادہ بُرا جانے۔ مگر جب خدا اور رسول کے دشمنوں کی ذات سے بھی مجھے کبھی عداوت نہیں ہوئی۔ تو اپنے دشمنوں کی ذات سے مجھے کس طرح عداوت ہو سکتی ہے۔

یہ دل بے شک چاہتا ہے۔ کہ ہمارے

سلسلہ کے دشمن اپنے منصوبوں میں ناکام

رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ یا تو انہیں ہدایت دے یا ان کی طاقتوں کو توڑ دے۔ مگر یہ کہ ان کو اپنی ذات میں نقصان پہنچے۔ یہ خواہش نہ کبھی پہلے میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور نہ اب ہے۔ تو آدمیوں کی عداوت کوئی چیز نہیں۔ جس چیز کو مٹانا ہمارا فرض ہے۔ وہ

خلاف اسلام عقائد اور طریقے

ہیں۔ جو دنیا میں جاری ہیں۔ اگر ہم ان عقائد اور ان طریقوں کو مٹانے کی بجائے آدمیوں کو مٹانے لگ جائیں۔ اور وہ اصول اور طریق خود اختیار کرلیں تو اسکی ایسی ہی مثال ہوگی۔ جیسے کوئی بادام کے چھلکے رکھتا جائے۔ اور مغز پھینکتا جائے۔ آدمی تو مغز ہیں۔ اور ان کے افعال وہ چھلکے ہیں جن کو دور کرنا ہمارا کام ہے۔ پس جس چیز کو مٹانا ہے۔ اگر اسی کو ہم لے لیں۔ اور جس کو رکھنا ہے اسکو مٹا دیں۔ تو اس میں کونسی عقلمندی ہوگی۔

پس میں اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اپنی قربانیوں پر غور کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ جو قربانیاں اس وقت کی جارہی ہیں۔ وہ ہرگز کافی نہیں ہیں۔

اسلام اور احمدیت کی ترقی کیلئے بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت

ہے۔ اسی طرح میں صدر انجمن احمدیہ اور اس کے کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جس طریق پر وہ چل رہے ہیں۔ وہ منہاج نبوت والا طریق نہیں۔ اور اس پر چل کر انہیں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر وہ منہاج نبوت پر اپنے کاموں کی بنیاد رکھیں گے۔ تو پھر کامیابی انہیں حاصل ہو جائے گی۔ اور جلد یا بدیر ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی نبی آئے۔ اور اسکی جماعت کے نظام کا کوئی حصہ منہاج نبوت سے باہر رہ جائے۔ پس کیوں نہ جو چیز بعد میں آنی ہے۔ اسکو ابھی لے لیا جائے۔ اور جس امر کو سالوں بعد اختیار کرنا ہے۔ اسے ابھی سے اختیار کرلیا جائے۔ اگر صدر انجمن احمدیہ اس طریق کو اختیار کرلے۔ تو یقیناً بہت جلد احمدیت کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ورنہ مشکلات بڑھتی جائیں گی۔ اور سلسلہ کی ترقی کے راستہ میں روکیں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ پس میں دوستوں کو تحریک جدید کے اس حصہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ہماری دشمنی ان تمام خیالات اور طریقوں سے ہے۔ جو اسلام کے مخالف دنیا میں نظر آتے ہیں۔ اور ان کو مٹانا اور دنیا سے ناپید کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس اصل اور طریق کے بعض حصے ہم مٹا چکے ہیں۔ اور بعض مٹا رہے ہیں۔ اور بعض مٹانے والے ہیں۔ جو حصے ہم مٹا چکے ہیں۔ ان کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے فضل سے اسکی توفیق عطا فرمائی۔ اور جو حصے ہم مٹا رہے ہیں۔ ان کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور جو حصے ابھی باقی ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں سوچنا اور غور کرنا چاہیئے۔ تا جس قدر جلد ہو سکے انہیں مٹا کر اسلامی طریق پر ہم اپنے تمام نظام کو لے آئیں۔ اور جس قدر انسانی سہارے نظر آتے ہیں۔ انہیں دور کردیں۔ تا ہمارا سلسلہ کلی طور پر منہاجِ نبوت کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ اور جس قدر روکیں ہماری ترقی کے راستہ میں حائل ہیں۔ وہ دور ہو جائیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔ (الفضل)

دارالامان میں مکان بنانے والے احمدی احباب کیلئے اعلان

ناظر صاحب امور عامہ ان تمام احمدی دوستوں کو جنہوں نے قادیان شریف میں مکان بنانے کیلئے اراضیات خریدی ہوئی ہیں۔ یا آئندہ خریدنا چاہتے ہیں۔ مطلع کرتے ہیں۔ کہ بموجب ارشاد سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ جملہ احمدی برادران کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ قصبہ کی بہبودی کے لئے ضروری ہے۔ کہ جو زمین زیر آبادی آئے۔ اسمیں عمارات بننے سے پہلے بلکہ اس غرض کیلئے زمین کا لین دین ہونے سے بھی پہلے مناسب زمین سڑکوں اور راستوں کے لئے چھوڑی جائے۔ مگر بعض دوست بطور خود ان زمینوں پر جو انہوں نے خریدی ہوئی ہیں۔ مکانات بنا لیتے ہیں۔ یا ایسی زمین بغرض تعمیر کلاً یا جزواً فروخت کر دیتے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں راستوں کے لئے کافی زمین نہیں چھوڑتے۔ اس لئے جملہ احمدی احباب کے لئے ضروری ہے۔ کہ آئندہ جب مکان بنانے یا مکان بنانے کے لئے زمین خریدنے کا ارادہ کریں۔ پہلے نقشہ نظارت امور عامہ میں پیش کرکے مشورہ اور منظوری حاصل کرلیں تاکہ بعد میں تکلیف نہ ہو۔ خریدار دوست بالخصوص احتیاط کریں۔ جو دوست بغیر اس احتیاط کے زمین خریدیں گے۔ ان کے لئے بعد میں راستہ چھوڑنا ضروری ہوگا۔

اسلامی رواداری کی شاندار مثالیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو بہار کا موسم آج یورپ پر گذر رہا ہے۔ وہ کبھی ایشیا پر بھی گذر چکا ہے۔ جبکہ اس کے چپہ چپہ پر اسلامی پھریرے لہرا رہے تھے۔ اور بحر روم سے بحر اوقیانوس تک نہیں بلکہ بحر اوقیانوس کے ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک مراقش تا چین ان کا اقتدار پھیلا ہوا تھا۔ دنیا میں اگر کوئی تہذیب تھی۔ تو اسلام کی تہذیب تھی۔ کوئی تمدن تھا۔ تو اسلام کا تمدن تھا۔ اور کسی قوم کے سامنے دنیا کی ساری اقوام کے سر نگوں تھے۔ تو وہ قوم اسلامی قوم ہی تھی۔ اگر وہ اس وقت چاہتی تو وہ حکومت روما کے قیصر کی طرح ۲۷ سال میں نہیں۔ سات ہی سال میں شرک و تثلیث کا بیج نہ صرف یورپ بلکہ دنیا سے مٹا کر رکھ سکتی تھی۔ اسپین کی ملکہ ازابلا اور فرڈی نینڈ کی طرح عیسائیوں کو جبراً مسلمان بنا سکتی تھی۔ ہندوؤں نے جس طرح بدھوں کی پانچ صد سالہ حکومت کا تخم ہندوستان سے سوخت کر کے انہیں برما۔ سیلون اور چین کی طرف راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بھی ہندوؤں کو آسانی سے ہندوستان سے اخراج کر سکتی تھی۔ کہ اس وقت یورپ کی طرح تمام طاقتوں۔ دولتوں۔ ایجادوں ترقیوں اور علم و فضل کے واحد مالک دنیا میں مسلمان اور صرف مسلمان ہی تھے۔ اور ان کے سامنے کسی کو یارائے دم زدن نہ تھا۔ سب کچھ تھا۔ مگر وہ مادہ پرست نہ تھے۔ خدا پرست تھے۔ تعلیم قرآنی پر عامل و کاربند تھے۔ ہر قوم کو خدا ہی کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اور اسکی راحت رسانی کو وہ خوشنودی رب قدیر کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ زمانہ حال کے ہندیوں۔ میلانیوں ہٹلروں۔ نہروؤں۔ ڈیلا یوں پیٹلوں اور سنگھوں کی طرح یہ نہ سمجھتے تھے۔ کہ مذہب و خدا کوئی چیز نہیں۔ تلبیس و فریب کا نام انہوں نے تدبر و پالیسی رکھا تھا۔ حصول مقصد کے لئے انہوں نے جائز و ناجائز کی تمیز نہیں اٹھادی۔ انہیں بازپرس محشر کا خیال لرزہ براندام رکھتا تھا۔ وہ لا یجرمنکم شنآن کے حکم ربی کے مطابق معاند قوم کے ساتھ بھی عدل و انصاف میں سرگرم رہتے تھے۔ اور مخلوق پروری ان کا شیوہ تھا۔ وہ چارلسٹ تحریک کی طرح اجتماعیات اور قومیات ہی کو قابل توجہ نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ تقریباً ایک صد پیشتر اویم اسمتھ نے کیا تھا۔ انفرادیت ان کے نزدیک بڑی چیز تھی۔ اور ان کی سعی یہی رہتی تھی۔ کہ ان کی حکومت میں کوئی ایک متنفس بھی بھوکا نہ سونے پائے۔ ہزار مفت خورے کھا جائیں۔ مگر ایک مستحق خالی پیٹ نہ رہنے پائے۔ انہیں ہندوؤں۔ فرانسیسیوں اور اطالویوں کی طرح کسی قوم کو کسی وقت اور کسی حالت میں بھی حقوق دینے سے انکار نہ تھا۔ انہوں نے اپنے عین عروج اقتدار میں غیر مسلموں کو اپنی عدالتیں قائم کرنے اور اپنے قانون کے مطابق اپنے نزاعات کا فیصلہ کرنے کا بھی حق دے دیا تھا۔ جو امتیازات خصوصی کے نام سے صدیوں ترکی میں باقی رہا۔ اور مصر میں ابھی تک اس کا آخری نشان باقی ہے۔ ان کی حکمرانی بھی بڑی حد تک محکوم قوموں کے لئے عہد حاضر کے ہوم رول کے ہمپایہ تھی۔ اضلاع کے صرف صدر مقام میں ایک مسلم حاکم اپنی فوج کے ساتھ موجود رہتا تھا۔ اور آج کی تمام تحصیلیں اور پرگنے چھوٹے بڑے راجوں کے ماتحت تھے۔ جو داخلی امور میں خود مختار تھے۔ ہر قریہ اور ہر گاؤں گاؤں میں خود مختار جمہوری پنچائتیں قائم تھیں۔ گویا اس عہد میں ہر تحصیل ہر ضلع کیا ہر گاؤں سوراج کے لطف اٹھا رہا تھا۔ مطالبہ انصاف کے لئے ایک معمولی دیہاتی اٹھ کر حاکم ضلع حاکم صوبہ کیا بادشاہ وقت تک کی زنجیر ہلا سکتا تھا۔ انصاف فروخت نہ ہوتا تھا مفت ملتا تھا۔ دیہاتوں میں بھی سیم و زر کی فراوانی تھی۔ ان پر کوئی مہاجن کوئی داروغہ کوئی پٹواری کوئی امین مسلط نہ تھا۔ جسے رشوت دینی پڑے نہ مقدمات کی بھرمار تھی۔ اور نہ سودخواروں کی یورش۔ چین اور اطمینان سے بسر ہوتی تھی۔ وہاں ایک فلسطینی ڈپٹی کمشنر اور سرحدی ایلیس کے قتل پر سلطنت کی پوری مشنری حرکت میں نہ آجاتی تھی۔ ہرمزان کا ایک معمولی غلام کسی عام مسلمان کو نہیں دنیائے اسلام کے فرمانروائے اعظم حضرت فاروق رض کو دارالخلافہ میں قتل کر ڈالتا ہے۔ ان کے صاحبزادے جوش میں آکر اسے ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔ تو الٹا ان پر مقدمہ قائم ہوتا ہے۔ اور قصاص میں غیر مسلم کا خونبہا شہزادہ کی طرف سے دیئے جا کر بمشکل پیچھا چھوٹتا ہے۔ نہ ہرمزان سے بازپرس ہوتی ہے۔ اور نہ اسکی قوم سے حضرت علی رض ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوتے ہیں۔ تو قاتل کی قوم اور اس کے اقارب سے بھی تعرض نہیں ہوتا۔ صرف وہی قتل کیا جاتا ہے۔ آج مادہ پرستوں میں کوئی جانور بھی کسی کے ہاتھ سے مارا جائے۔ تو قوم کی قوم پر مصیبت آجائے۔ اور آتی رہتی ہے سلطان شہاب الدین غوری ایک خونریز جنگ کے بعد ہندوستان فتح کرتا ہے۔ تو پرتھی راج کا تخت کسی مسلمان کو نہیں اس کے ایک ہندو رشتہ دار ہی کو خراج کی شرط پر بخش دیا جاتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی جے پال کو بار بار شکست دے کر پھر معاف کر دیتا ہے۔ راجہ جے چند کو یہی تخت بخشدیا جاتا ہے۔ ان کی حکومت میں دنیا کی ہر قوم بہ امن و امان بستی رہتی ہے۔ کسی قوم کو ملک سے استفادہ حکمران قوم ہی کے لئے مخصوص ہو جائے لیکن کل ہی کی بات ہے۔ کہ جنوبی افریقہ میں جنرل اسمٹس نے ہندوستانیوں کے لئے سکونت کے قطعات اراضی علیحدہ کر دیئے تھے۔ مخصوص تجارتیں اور رقبے انگریزوں کے لئے مخصوص کر دیئے تھے۔

مسولینی بھی یہی کر چکا ہے۔ اور اب جرمنی و فرانس میں یہی کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔ ہر ہٹلر نے یہود کے خلاف جہاد بول رکھا ہے۔ پارکوں کی ہر سو بنچ میں صرف آٹھ بنچیں ان کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ نہ یہ کسی جرمنی دفتر میں خود ملازم ہو سکتے ہیں۔ نہ کسی جرمنی کو ملازم رکھ سکتے ہیں۔ کسی کلب میں نہیں جا سکتے۔ حال میں جرمنی عدالت نے ایک فیصلہ دیا ہے۔ کہ اگر کوئی جرمنی کسی یہودی سے قرض کچھ مال خریدے۔ تو اسکی ادائیگی ضروری نہیں۔ فرانس بھی یہی کھیل کھیل رہا ہے۔ اور وہ بھی انہیں ملک سے نکال رہا ہے۔ اور علانیہ کہہ رہا ہے۔ کہ یہ ملک آرین نسل کے لئے مخصوص ہے۔ بھائی پرمانند بھی مسلمانوں کو بدیشی ہی بتاتے رہتے ہیں۔ امریکہ میں اگر امریکن ہاتھ سے دس حبشی بھی مارے جائیں۔ تو یہ معمولی جرم ہے۔ لیکن اگر حبشی کے ہاتھ سے کوئی امریکن قتل ہو جائے۔ تو قیامت برپا ہو جائے۔ بالعموم جیل خانہ توڑ کر اسے نکال لیا جاتا ہے۔ اور اسے الٹا لٹکا کر آگ پر بھونا جاتا ہے۔ ان رنگ و نسل اور مذہبی اختلافات و تعصبات کے باوجود بھی مغرب مہذب ہے متمدن ہے۔ اور اسلامی فرمانروا جابر تھے۔ اور وحشی تھے۔ اگر تہذیب اسی کا نام ہے۔ تو یہ جتنی جلد تباہ ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

(پیسہ)

مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کا تبادلہ

بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کا بٹالہ سے تبادلہ ہو گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ کسی جیل کے محکمہ میں لگایا جائے گا۔

یو۔پی گورنمنٹ کا گھی

یو۔پی گورنمنٹ نے تمام بڑے شہروں میں اصلی گھی کی بہم رسانی کے لئے ۱۲½ ہزار روپیہ کی رقم منظور کی ہے۔ اور کام شروع کر دیا ہے مختلف لوگوں کو گھی بہم پہنچانے کی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ مختلف کواپریٹو سوسائیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ جو ہر قسم کی گائے اور بھینس رکھ کر گھی اور مکھن پیدا کریں۔

ہمیں پنجاب کی زمیندارہ حکومت سے بھی امید ہے۔ کہ جس طرح اس نے خچر پالنے اور گھوڑے گھوڑیاں پالنے والوں کو زرعی مربعے دے کر سہولتیں دی ہوئی ہیں۔ وہ عمدہ گھی بہم پہنچانے والی جماعتوں کی بھی امداد اور بڑے بڑے شہروں کے نزدیک ایسے لوگوں کو اراضی بہم پہنچائے یا ایسی انجمنوں کو اراضی بہم پہنچائے جو اصلی گھی بہم پہنچانے کا کام کریں یو۔پی کی کواپریٹو گھی ایسوسی ایشن اس تجویز کا ایک زندہ نمونہ ہے۔

محکمہ انکم ٹیکس کی سخت گیری

معزز ہمعصر پیسہ اخبار نے لکھا ہے۔ کہ مرکزی اسمبلی میں انکم ٹیکس وصول کرنے والے حکام کے رویہ کے خلاف تاجروں اور دیگر کاروباری اشخاص کی شکایات کے متعلق وزیر مالیات نے وعدہ کیا ہے۔ کہ پبلک کی ان شکایات کی تحقیقات کی جائے گی۔ خدا کرے کہ حکومت جلد از جلد اس ضروری معاملہ کی طرف اپنی فوری توجہ مبذول کرے۔ کیونکہ یہ وہ محکمہ ہے۔ کہ جس پر خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ کی مثل صادق آتی ہے۔ مانا کہ محکمہ مذکور حکومت کی آمدنی کا ایک اہم محکمہ ہے۔ لیکن اسی اہمیت کی آڑ میں یہ لوگ حد سے بڑھی ہوئی سختی اور ناقابل بیان تشدد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ ان سے کوئی بازپرس نہیں کرتا ان کا فیصلہ آخری اور اٹل ہوتا ہے۔ جس کی اپیل تک نہیں۔ جو شکایت کرے۔ اس کو دوسرے سال سے زیادہ سختی کا تختہ مشق بننا پڑتا ہے۔ اور جو اپیل نہ کرے۔ اس کا ٹیکس بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ شکایت ایک جگہ نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ہر شہر میں زیادہ سے زیادہ ہے۔ نہیں نہیں سارے ہندوستان میں یہ وبا بڑی سختی سے پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا تدارک کرنا حکومت کے لئے ضروری ہے۔ محکمہ کو چاہیئے کہ جس قسم کا حساب رکھوانا چاہیں۔ اس قسم کی کتابیں مقرر کر دیں تاکہ جو لوگ ان کتابوں کے مطابق حساب رکھیں۔ ان پر وہ ظلم نہ کر سکیں۔

ہمارا رسولؐ غیروں میں مقبول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ناظرین! آپ نے سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اطوار محاسن و فضائل کے بیانات اکثر دیکھے اور سنے ہوں گے۔ جو کہ اسلامی کتب میں منقول ہیں۔ لیکن آج آپ سید الکونین فخر موجودات کی اس شبیہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ جو کہ حق پذیر اور انصاف پذیر یورپین فضلاء کے ذہن میں قائم ہوئی ہے۔ ان کی چند تحریریں بطور امثلہ ذکر کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ڈرائیپر۔ یہ شخص یورپ میں نامور فلسفی۔ تاریخدان اور عدیم المثال ادیب گذرا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ قیام عالم سے تاہنوز انسان کے ذہن میں دو متضاد قوتیں ایک دوسری سے برسر پیکار چلی آئی ہیں۔ یعنی عقلیات و جذبات۔ قوتِ عقلیہ کے غلبہ کی صورت میں انسان ایک خشک فلسفی اور ملحد ہو جاتا ہے۔ پھر فطرت مجبوراً اس کا ردّ عمل کرتی ہے۔ اس عقل کی زیادتی کے باعث یونان کا فلسفہ الٹ گیا۔ اگر جذبات ترقی کر کے عقل کو دبا دیتے ہیں۔ تو انسان ضعیف الاعتقادی کا ایک ہیولا ہو کر رہ جاتا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ نہ عقل کو اتنا ردی اور مردہ کرے۔ کہ اعتقادات سراسر پوچ خالی اور ڈھکوسلا بن جائیں۔ نہ عقل کو اتنا اختیار کلی دے۔ کہ منم کے سوائے کچھ نظر نہ آئے۔ انسان کو معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ معلوم شدہ قوانین قدرت غیر تمام ہیں۔ عروسِ فطرت کی ابھی لاکھوں ادائیں ایسی ہیں۔ جو بے نقاب نہیں ہوئیں۔ الغرض کہ عقلیات و جذبات میں صحیح توازن قائم کرنا ایک سچے مذہب کا کام ہے۔ رسولِ عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دنیا میں آکر ایک بڑا کام یہی کیا۔ کہ انسان کے عقلیات اور جذبات میں ایک صحیح اندازے پر توازن قائم کیا۔ انسان کو الحاد اور بت پرستی سے بچایا۔ سچی وحدانیت کی تعلیم اسلام ہی نے دنیا کو دی۔ مسیحیت نے صدیوں تک کوشش کی۔ لیکن دولت روما کی بت پرستی کا استیصال نہ کر سکی۔ بلکہ بعد میں اس میں اسکی وجہ سے بت پرستی کا ایک اور عنصر شامل ہو گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیوں کی گرمائی ہوئی سلطنت کسریٰ کی باطل پرستی کی بنیادیں ہلا دیں۔ اگر سچ پوچھیئے۔ تو بُت پرستی کا بیج اس عہد سے ملیا میٹ کر دیا۔ دنیا میں اُلوفہا مذاہب آئے۔ لیکن سرعت۔ وسعت و اشاعت میں کوئی بھی اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا۔ موجودہ سائنس کی ترقی پر دنیا کو بڑا ناز ہے۔ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے۔ تو اس عمارت کی اساس و بنیاد مسلمانوں نے ڈالی تھی۔ ان تمام عملی علوم پر جن کا انحصار تجربہ پر ہے۔ سب سے پہلے پیروانِ رسول امّی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے زور دیا۔ علمِ کیمیا مسلمانوں نے ایجاد کیا۔ گندھک شورے کے تیزاب اور الکحل کی ایجاد کا سہرہ وابستگانِ دامنِ رسولؐ ہی کے سر ہے۔

کارلائل ایک جرمن فلسفی ہے۔ اسکی بود و ماند انگلستان میں زیادہ رہی ہے۔ اس نے ایک کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" (بہادر اور بہادر پرستی) لکھی ہے۔ اس میں شاعر کی حیثیت سے سورما (بہادر) شیکسپیئر کو مانا ہے۔ بہادر اور جنگجو کی حیثیت سے نپولین کو اور پیغمبر کی حیثیت سے ہمارے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ کتاب کے مکمل ہونے سے پیشتر اس کتاب کا ایک حصہ جو آنحضرتؐ کی ذات سے وابستہ تھا۔ لندن میں ایک ادبی انجمن کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا۔ اس میں اپنے حجج اور براہین سے کام لیکر آنحضرتؐ کے جو محاسن و مکارم بیان کئے تھے۔ اس کا اثر سامعین پر ایک سکتہ کا سا ہُوا۔ اس جلسہ میں کارلائل نے آٹھ سَو نفوس سے اس کا اقرار کرالیا۔ کہ آنحضرتؐ پیغمبر برحق تھے اور تمام انبیاء سے افضل تھے۔ کہتا ہے۔ کہ یہ ہماری انتہائی بد باطنی اور خباثت اندرونی ہوگی۔ اگر ہم اسلام میں چار بیویاں جائز کرنے کے سبب بانیٔ اسلام پر نفس پرستی یا تعیّش کا الزام لگائیں۔ کارلائل خود سوال کرتا ہے۔ اور خود جواب دیتا ہے کہ ذرا خیال تو فرمائیے۔ کہ پچیس برس کا نوجوان اپنا بہترین حصۂ شباب ایک چالیس سال کی بیوہ حضرت خدیجہ رضؓ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور بندۂ نفس ہوتا۔ تو اس زمانہ میں محض دیانت و خوش معاملگی کی شہرت پر اسکو بہتر سے بہتر خاندان کی خوبصورت اور حسینہ ناکتخدا لڑکیاں مل سکتی تھیں۔ اصل غرض و غایت حضورؐ کی یہ تھی۔ کہ اس زمانہ کے رسومِ بد کی اصلاح کریں۔ اس شادی کے متعلق آپ کی اصل غرض آپؐ ہی کے قول سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو آپؐ بہت ہی عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے آپؐ سے کہا۔ کہ میں اکثر دیکھتی ہوں۔ کہ آپؐ حضرت خدیجہ مرحومہ رضؓ کا میرے سامنے بھلائی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کسی ہدیہ تقریب کے مواقع پر پس ماندہ عزیزوں کو پہلے حصہ جاتا ہے۔ آخر فرمائیے۔ وہ مجھ سے کن افعال و اطوار محاسن و فضائل سے بڑھ کر تھیں۔ ظاہری حسن میں۔ سلیقہ شعاری میں۔ حسب نسب میں۔ عبادت طاعت میں۔ آخر کس بات میں ان کا مرتبہ مجھ سے بڑھ کر تھا؟ سنتے ہی آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ کہ اے عائشہ رضؓ! تو اپنی حد کو پہچان۔ باوجود سب محاسن کے خدیجہ رضؓ کی فضیلت کو تو ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ خدیجہ رضؓ میری زندگی کی سچی رفیقہ تھی۔ اس نے میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے۔ جس کو میں تاحیات فراموش نہیں کر سکتا۔ بعد از نبوت جس متنفس سے میں نے سب سے پہلے اظہارِ خیال کیا ہے۔ کہ سوائے ذاتِ واحد کے بتوں میں سے کوئی لائق پرستش نہیں ہے۔ تو وہ صرف خدیجہ رضؓ ہی تھی۔ اس پر اس نے اپنے بتوں کے خلاف کلمات سنکر میری تائید کی ہے۔ اس احسان کے بارے میں سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا۔ اے محمدؐ! آپ کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ میں آپؐ کے اس فرمان کو بھی سچا سمجھتی ہوں۔ کہ صرف ایک ذات واحد برتر قابل پرستش ہے۔ اے عائشہ رضؓ! یہ صرف اسی رفیقہ کی اعانت کا باعث ہُوا۔ کہ میں نے خدائی پیغام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مضبوطی سے کمرِ ہمت باندھی (یہ جواب دے کر کارلائل نے کہا) ایسے خیالات رکھنے والے نفس قدسی پر ہم حرص و ہوا نفس پرستی اور تعیش کا الزام لگائیں۔ تو یہ حق و انصاف کی گردن پر چھُری پھیرنا نہیں۔ تو اور کیا ہے؟"

گبنؔ۔ یہ ایک اعلیٰ پایہ کا نامور انگریز مورخ ہے۔ سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کا بیان حافظ شیرازی رح کے اس شعر کی پوری تشریح ہے۔ سہ

نگارِ ما کہ بمکتب نرفت و وعظ نہ نوشت
بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

کہتا ہے۔ کہ یہ ایک نبی امی (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی کی تعلیم تھی۔ کہ اسلام نے اشاعت علوم میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

ایک بغداد کے دار العلوم ہی کو لیجئے۔ کہ اس کے قیام کے لئے ایک معمولی امیر نے ایک لاکھ اشرفی دی۔ خلفاء یا بادشاہوں کی علوم نوازی کا اس سے تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔ اس دار العلوم بغداد کے کتب خانہ کا تخمینہ اس سے کیجئے۔ کہ جب (چنگیز خاں کے) مغلوں کا سیلاب مسلمانوں پر بلائے بے درماں کی طرح آیا ہے۔ تو ان سفاک لیٹروں نے خلیفہ معتصم باللہ کو آرے سے چیرنے کے بعد جب کتب خانہ کی کتابوں کو دجلہ میں پھینکا۔ تو کثرتِ کتب سے اس کنارے سے اس کنارے پر ایک پُل بن گیا۔ جس پر آدمی اور جانور بے تکلف آتے جاتے تھے۔ قلمی کتب کی روشنائی گھلنے کے سبب ایک مدت تک دجلہ کا پانی سیاہی مائل رہا۔ اب اسلام کی مساوات دیکھئے۔ کہ اس دار العلوم بغداد میں ایک وزیر کا اور ایک سپاہی کا لڑکا پہلو بہ پہلو بیٹھکر ایک ہی معلم سے سبق لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(تنظیم اہلحدیث)

اپنی لجنہ رجسٹرڈ کرالیں

پرائیوٹ سکرٹری صاحب احمدی خواتین کے حق نمائندگی کے متعلق مندرجہ ذیل اعلان کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے ۱۹۳۰ء کی مجلس مشاورت میں فرمایا تھا "کہ عورتوں کی حق نمائندگی کے متعلق یہ عارضی فیصلہ کرتا ہوں۔ کہ جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم ہیں۔ وہ اپنی لجنہ رجسٹرڈ کرالیں۔ یعنی میرے دفتر سے اپنی لجنہ کی منظوری حاصل کرلیں۔ پھر ان کو جنہیں میری اجازت سے منظور کیا جائیگا۔ مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھیج دیا جایا کریگا۔ وہ رائے لکھ کر پرائیویٹ سکرٹری کے پاس بھیج دیں۔ میں جب ان امور کا فیصلہ کرنے لگوں گا۔ تو ان کی آراء کو بھی مد نظر رکھ لیا کروں گا۔ اس طرح عورتوں مردوں کے جمع ہونے کا جھگڑا بھی پیدا نہ ہوگا۔ اور مجھے بھی پتہ لگ جائیگا۔ کہ عورتیں مشورہ دینے میں کہاں تک مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان کی رائیں فیصلہ کرتے وقت مجلس میں سنا دی جایئں گی"۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے مندرجہ بالا فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء کی تعمیل میں جو لجنہ اماء اللہ چاہتی ہو۔ کہ حق نمائندگی سے فائدہ اٹھائے۔ وہ اپنی درخواست رجسٹری کے لئے مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی وساطت سے دفتر ہذا میں بھجوا دے۔ تا حضور کی منظوری کے بعد ایجنڈا مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء بھجوایا جائے۔ اسوقت تک مندرجہ ذیل لجنات اماء اللہ رجسٹر ہو چکی ہیں:۔ لجنہ اماء اللہ قادیان۔ دہلی۔ منٹگمری۔ مزنگ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ حیدر آباد دکن۔ پٹیالہ۔ بھاگلپور۔ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخان۔ فیروز پور شہر۔ شاہدرہ ضلع شیخوپورہ۔ امرت سر۔ لاہور شہر۔ پشاور لاہور چھاؤنی۔ شموگہ چک ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا۔ بنوں۔ کنڈیا پاڑا۔ ضلع کنگ لائلپور ان کو چاہیئے۔ کہ سکرٹری لجنہ اماء اللہ کے صحیح ایڈریس سے اطلاع دیں۔ تاکہ ایجنڈا کے پہنچنے میں تاخیر نہ ہو۔ نیز دیکھا گیا ہے۔ کہ سوائے چند کے اکثر لجنات اماء اللہ کی طرف سے ایجنڈا بھیجنے کے باوجود تحریری آراء دفتر ہذا میں نہیں